رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت

کے

مختلف طریقے

(کفار، مشرکین، یہود، عیسائی اور حنفاء سے متعلق حکمتیں)

مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

(صدر جمعیت پیام امن لکھنؤ)

مکتبہ پیام امن

ندوہ روڈ، ڈالی گنج لکھنؤ، یوپی، الھند

جملہ حقوق محفوظ

نام	:	رسول کریم ﷺ کی دعوت کے مختلف طریقے
مصنف	:	مفتی محمد سرور فاروقی ندوی
ناشر	:	مکتبہ پیامِ امن، ندوہ روڈ ڈالی گنج لکھنؤ
اردو ایڈیشن	:	پہلی بار
تعداد کتب	:	۱۰۰۰
سال	:	۲۰۱۸
قیمت	:	۶۰

Writer : Mufti Mohd Sarwar Farooqui Nadwi
Publisher : Maktaba Payam-e-Amn, Nadwa Road,Daliganj,lucknow.
Website: www.islamicjpamn.com
E-Mail: tasneemlko2012@gmail.com, ataullah2012@gmail.com
Phone No. 9984490150, 9919042879

ملنے کے پتے

۱۔ مجلس تحقیقات ونشریات، ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس نمبر ۱۱۹ (لکھنؤ)

۲۔ نیوسلور بک ایجنسی، 14، محمد علی روڈ، بھنڈی بازار، ممبئی

۳۔ الفرقان بکڈپو، نظیر آباد ۳۱ (لکھنؤ)

۴۔ سبحانیہ بک ڈپو، نیا محلہ، جبلپور، مدھیہ پرادیش، 9424708020

۵۔ ستیہ فاؤنڈیشن 5 182-A گرین لینڈ کیمپس، پوکھرپور، کانپور

فہرست

عرض مؤلف ۷

رسول اللہ ﷺ کی دعوت کی بنیاد ۸

رسول کریم ﷺ کی دعوتی حکمت عملی ۸

مشرکین بنی اسماعیل کو دعوت ۹

مشرکین کا عقیدہ ۹

مشرکین بنی اسماعیل کو دعوت دینے کا طریقہ ۱۱

دین ابراہیم میں اصلاح ۱۲

یہود کو دعوت دینے کا طریقہ ۱۲

یہودیوں کو دعوت دینے کے خاص نکات ۱۳

رسول کریم ﷺ سے واقفیت ۱۴

حق کے چھپانے کا اخلاقی بگاڑ ۱۵

یہود اپنے کو اللہ تعالیٰ کی چہیتی قوم سمجھتے تھے ۱۷

یہود علماء پر دعوت کا اثر ۱۸

یہود کی مخالفت ۱۸

عیسائیوں کو رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا طریقہ ۱۹

عیسائیوں کا قبول اسلام ۲۰

شمال کے عیسائی قبائل کا قبول اسلام ۲۱

حنفاء کو دعوت کر طریقہ ۲۱

منافقین کو دعوت کا طریقہ ۲۲

مکہ میں رسول کریم ﷺ کی دعوت کے مختلف طریقے ۲۴

اجتماعات کا استعمال ۲۴

قرآن کے ذریعہ دعوت ۲۴

کوہ صفا کا استعمال ۲۴

قبائلی تعلقات کا استعمال ۲۵

ذاتی تعلقات اور اثر ورسوخ ۲۵

عملی نمونہ کے ذریعہ دعوت ۲۵

معجزات کے ذریعہ دعوت ۲۵

چاند کے دو ٹکڑے ۲۷

معجزات کا مقصد ایمان والوں کی تسکین ۲۸

مکی دور میں دعوتی حکمتیں ۲۸

پانچ سال مکہ زندگی کی دعوت کا خلاصہ ۲۹

اسلام کے اہم احکام ۲۹

تدریجی احکام ۳۲

مکی دور میں اخلاقی بدائیوں کا ذکر ۳۲

مکی دور میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد ۳۳

مکی دور میں مدینہ والوں کو دعوت ۳۴

مدینہ والوں کے اسلام قبول کرنے کے اسباب ۳۴

مدینہ کے لوگ آخری رسول کے منتظر تھے ۳۵

جنگ بعاث کی تباہ کاریاں ۳۵

اَوس وخزرج کے عقائد ۳۶

مدنی زندگی کے مختلف ادوار میں دعوتی طریقہ ۳۷

عرب قبائل میں دعوت کے اسباب ۳۸
داعیوں کی شہادت ۳۸
مدنی زندگی کا آخری دور ۳۹
رسول کریم ﷺ کے مدینہ آنے کے بعد مکہ میں دعوت ۴۰
ابوسفیان کی بیٹی اور بیٹا کا اسلام ۴۰
اہم لوگوں کے بیٹوں کا قبول اسلام ۴۱
قحط سالی میں مدد ۴۱
عالمی سطح پر دعوت ۴۲
رسول کریم ﷺ کے خطوط کا دعوتی تجزیہ ۴۳
حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام خط ۴۳
روم کے بادشاہ ہرقل کے نام ۴۴
تجزیہ ۴۴
خطوط کے تجزیہ سے چند سوالات ۴۵
خطوط مختصر کیوں ہوتے تھے ۴۵
خطوط کی زبان ۴۶
خطوط پہلے کیوں نہیں لکھے گئے ۴۶
خطوط پر بادشاہوں کا ردعمل ۴۸
نجاشی شاہ حبشہ کا حال ۴۸
حضرت عمرو بن امیہ ضمری ؓ کی تقریر ۴۹
نجاشی اصحمہ کا جواب ۵۰
نجاشی کی نماز جنازہ ۵۱

قیصر روم (ہرقل) کا حال ۵۱
قیصر روم (ہرقل) کی تحقیق ۵۲
ابوسفیان کی حیرانی ۵۴
مصر کے بادشاہ مقوقس کا حال ۵۴
شاہان غسان کا حال ۵۵
کسریٰ شاہ ایران یعنی ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کا حال ۵۵
جزیرہ نما عرب کے بادشاہوں کا حال ۵۶
اسلام قبول نہ کرنے والوں کے ساتھ فوجی کارروائی ۵۷
دعوت نہ قبول کرنے والوں کو سزا ۵۸
بنی اسرائیل کو سزا ۵۸
عذاب کی پہلی شکل ۶۰
عذاب کی آخری قسط ۶۱
فرد جرم ۶۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مؤلف

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین

جس طرح ایک بیج کے نشونما پانے کے لئے تنہا بیج کی صلاحیتوں ہی پر نظر نہیں رکھنی پڑتی بلکہ زمین کی آمادگی ومستعدی اور فصل وموسم کی سازگاری وموافقت کا بھی لحاظ رکھنا پڑتا ہے، اسی طرح کلمۂ حق کی دعوت میں مجرّد حق کی فطری صلاحیتوں پر ہی اعتماد نہیں کر لینا چاہئے، بلکہ یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ جن لوگوں کے سامنے وہ حق پیش کیا جا رہا ہے، دعوت کے وقت نفسیاتی نقطۂ نظر سے ان کی حالت کیا ہے۔

زمینوں کی طرح روحوں اور دلوں کے موسم بھی ہوتے ہیں اور ایک داعی کا فرض ہے کہ ان موسموں سے اسی طرح واقف ہو جس طرح ایک کسان زمین کی فصلوں اور موسموں کو پہچانتا ہے اور اسی وقت کوئی بیج ڈالتا ہے جب موسم سازگار ہوتا ہے یہی مزاج دعوت کی حکمتوں کا بھی ہے۔

انہیں وصولوں کے پیش نظر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکی و مدنی دور میں الگ الگ حکمتیں اپنائیں جس میں مشرکین، یہود اور حنفاء سے متعلق حکمتیں ہوں یا اقتدار پر بیٹھے ہوئے بادشاہ ہوں سب کو دعوت دی لیکن حکمت سے۔

اس کتاب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت دعوتی نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس کے ذریعہ داعیوں کو رہنمائی حاصل ہوگی اور ہدایت کے عام ہونے کا ذریعہ ہوگا۔

محمد سرور فاروقی ندوی
دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
۲۱/۱۱/۲۰۱۷ء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کی بنیاد

قرآن مجید احادیث نبوی اور سیرت طیبہ کی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اِبتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت بالکل سادہ تھی جس میں اللہ تعالیٰ کی توحید و رسالت محمدی اور آخرت پر ایمان اس دعوت کا بنیادی جز و تھا۔اس کے ساتھ ساتھ اخلاقی اُمور پر خاص توجہ دی گئی تاکہ ایسی امت تیار ہو سکے جو اخلاقی اعتبار سے نہایت بلند ہو۔اسی کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء ہی میں اہل مکہ پر اللہ تعالیٰ کے قانونِ زندگی کو واضح فرما دیا تھا۔گویا آپ کی دعوت تین نکات پر مشتمل تھی۔

۱۔ایمانیات

۲۔عبادات

۳۔اخلاقیات

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوتی حکمت عملی

دعوت کا اصول یہ ہے کہ مخاطب کی نفسیات کے مطابق معاملہ کیا جائے۔ بات کو وہاں سے شروع کیا جائے جس پر مخاطب متفق ہو اور پھر استدلال کرتے ہوئے اس سے وہ بات منوائی جائے جس میں وہ الگ رائے رکھتا ہو۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلوب دعوت میں گہری حکمت پائی جاتی تھی اور آپؐ ہر شخص کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنے کے بجائے اس کی نفسیات کے مطابق اس سے معاملہ فرماتے تھے۔اہل عرب میں مختلف مذہبی گروہ آباد تھے۔جن میں سے ہر ایک کے ساتھ مختلف اصول دعوت اختیار کیا گیا ہے۔

مشرکین بنی اسماعیل کو دعوت

عربوں میں سب سے نمایاں گروہ مشرکین بنی اسماعیل کا تھا۔ یہ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما الصلوۃ والسلام کی اولاد میں سے تھے اور تقریباً ۲۰۰۰ سال تک توحید پر قائم تھے۔ عہد نبوی سے تین چار سو سال پہلے عمرو بن لحی (c.350-450) کے زمانے سے ان کے یہاں بت پرستی کا آغاز ہوا۔ اس کے باوجود ان میں ایک خدا کا تصور موجود تھا جس کے لیے اپنی زبان میں وہ اللہ کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ ان کا تصور یہ تھا کہ کائنات کا خالق و مالک ایک اللہ ہی ہے اور وہی رزق دیتا ہے۔ بقیہ دیوتا اس کے مقرب بندے ہیں جنہیں اس نے کچھ خدائی طاقتیں عطا کی ہیں۔

مشرکین کا عقیدہ

اکثر مشرکین منات اور عزیٰ کو اللہ کی بیٹیاں سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ بادشاہ سے براہ راست کچھ عرض کرنے کے بجائے اس کے درباریوں سے سفارش کروائی جائے تو قبولیت کا امکان بڑھ جاتا ہے اسی طرح ان دیوتاؤں سے سفارش کروائی جائے تو اللہ تعالیٰ دعا قبول کر لیتا ہے۔

چونکہ توحید کا کچھ نہ کچھ تصور مشرکین عرب کے یہاں موجود تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ان کے اسی نظریے پر ضرب لگائی گئی اور اسی کی اپیل کی گئی۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ
وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ
مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا
تَتَّقُوْنَ ﴿٣١﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا
الضَّلٰلُ ۚۖ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿٣٢﴾ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى

الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٣﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ
مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ
يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿٣٤﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ
اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ
اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۟
كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ
لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٦﴾

ترجمہ: ''کہہ دیجئے! کون تمہیں رزق دیتا ہے آسمان سے اور زمین سے یا کون ہے وہ جو مالک ہو سننے اور دیکھنے (کی قوتوں) کا اور کون ہے مُردہ کو زندہ سے اور کون ہے وہ جو تدبیر کرتا ہے تمام کاموں کا، تو وہ ضرور کہیں گے اللہ تو کہہ دیجئے! کیا پھر تم نہیں ڈرتے۔ سو یہ ہے اللہ تمہارا رب حقیقی، پھر اب کیا ہے حق کے بعد، سوائے گمراہی کے، بالآخر کہاں تم پھرائے جا رہے ہو۔ اس طرح سچ (ثابت) ہو گیا کلمہ آپ کے رب کا، ان لوگوں پر جنہوں نے نافرمانی کی، کہ بیشک وہ نہیں ایمان لائیں گے، کہہ دیجئے! کیا تمہارے (بناوٹی) شریکوں میں سے، کوئی ایسا ہے جو ابتدا کرے تخلیق کی پھر اس کو دوبارہ پیدا کر دے، کہہ دیجئے اللہ ہی ہے جو ابتدا بھی کرتا ہے تخلیق کی پھر اس کا اعادہ بھی کرتا ہے، پھر کہاں بہکائے جاتے ہو تم۔ کہہ دیجئے! کیا تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں میں سے کوئی ہے جو ہدایت دیتا ہو حق کی طرف! کہہ دیجئے! اللہ ہی ہے جو ہدایت دیتا ہے حق کی، پھر بھلا وہ جو ہدایت دیتا ہے حق کی طرف زیادہ مستحق ہے، اس بات کا کہ اس کی اتباع کی جائے یا وہ جو خود ہی نہیں ہے

ہدایت یافتہ، مگر یہ کہ اس کی رہنمائی کی جائے، تو کیا ہو گیا ہے تم کو کیسے (الٹے) فیصلے کرتے ہو تم۔ اور نہیں اتباع کرتے ہیں ان کے اکثر لوگ مگر ظن کی، بلاشبہ ظن (گمان) نہیں فائدہ دیتا حق سے کچھ بھی، بیشک اللہ خوب جاننے والا ہے اس (عمل) کو جو وہ کر رہے ہیں''۔

(سورہ یونس آیت نمبر ۳۱ سے ۳۶ تک)

مشرکین بنی اسماعیل کو دعوت دینے کا طریقہ

مشرکین بنی اسماعیل حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کا بہت احترام کرتے تھے اور خود کو ان کے دین کا علم بردار بتاتے تھے۔ ان دونوں حضرات کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ یہ توحید کے علم بردار تھے اور ان کی زندگی ہی شرک کے خلاف جدوجہد کرتے ہوئے گزری۔

● دوسری طرف عربوں میں شرک کا رواج ہو گیا تھا۔ عقلی اعتبار سے یہ دو متضاد باتوں کو بیک وقت ماننے والے تھے کہ توحیدی دین کے ساتھ وابستگی کا اعلان کیا جائے اور ساتھ ہی شرک بھی کیا جائے۔

● یہی وجہ ہے کہ عربوں کے عقل مند لوگ شرک سے دور رہتے اور خود کو دین حنفی کا پیروکار کہتے تھے۔ عام مشرکین کو اگرچہ یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ عقلی اعتبار سے غلط کام کر رہے ہیں لیکن وہ خود کو یہ کہہ کر مطمئن کر لیتے تھے کہ ان کے آباؤ اجداد ایسا کرتے آئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں جگہ جگہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی پیروی کی بات کہی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ڬ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٦١﴾

ترجمہ: ''کہہ دیجئے! بلاشبہ مجھے راہ دکھائی میرے رب نے سیدھی راہ

کی طرف، (یعنی) دین درست کی جو طریقہ ہے ابراہیمؑ کا، جو ایک ہی طرف کا ہو گیا تھا سب سے کٹ کر اور نہیں تھا وہ مشرکوں میں سے''۔

(سورہ الانعام آیت نمبر ۱۶۱)

دین ابراہیم میں اصلاح

مشرکین عرب کو دعوت دیتے ہوئے آپ ﷺ نے اس بات کو بھی موضوع بنایا کہ دین ابراہیمی میں جو اضافے انہوں نے اپنی جانب سے کر لیے ہیں ان کی اصلاح کی جائے۔ چنانچہ ہمیں قرآن مجید میں نماز حج اور قربانی سے متعلق مشرکین کی بدعات پر تنقید ملتی ہے۔

مشرکین عرب کو دی گئی اس دعوت کے نتائج خاطر خواہ نکلے۔ قرآن کے پے در پے سوالات کے نتیجے میں ان کے عام لوگوں کے ذہنوں میں برف پگھلنے کا عمل شروع ہوا اور انہیں غور و فکر کی عادت ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ یکے بعد دیگر وہ اپنی سابقہ رسوم کو چھوڑنے لگے اور آہستہ آہستہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

یہود کو دعوت دینے کا طریقہ

مکہ مکرمہ میں یہودی نہ ہونے کے برابر تھے۔ اسی وجہ سے مکی سورتوں میں ہمیں یہود کو دی گئی دعوت کے آثار بہت کم ملتے ہیں۔ البتہ مدنی سورتوں میں بہت تفصیل سے یہودیوں کو اسلام کی دعوت کا طریقہ ملتا ہے ان کے سوالات کے جوابات بھی ملتے ہیں۔ اور بالآخر قرآن مجید کا لہجہ ان سے متعلق بہت سخت ہو جاتا ہے۔

● ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی نمازوں کا قبلہ بھی بیت المقدس کو بنا لیا تھا۔ یہ ایک نوعیت کا دعوتی اقدام تھا تاکہ یہود اسلام سے اجنبیت محسوس نہ کریں۔ یہودیوں کو ڈیڑھ سال تک بھرپور دعوت دی گئی اور ان کے بعض لوگ ایمان بھی لائے لیکن جب انہوں نے مخالفت کا رویہ اختیار کیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے

قبلہ کی تبدیلی کا حکم دے دیا۔

یہودیوں کو دعوت دینے کے خاص نکات

یہود کو دعوت دیتے ہوئے قرآن مجید میں ان نکات پر خاص زور دیا گیا ہے۔

۱۔ دین ابراہیم کی پیروی کی دعوت۔

۲۔ یہود کی مذہبی کتب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں بشارتوں کو ماننے کی دعوت۔

۳۔ اخلاقی بگاڑ کے اصلاح کی دعوت۔

۴۔ یہود کا خود کو سب سے افضل قوم قرار دینے کے دعویٰ کی تردید۔

● یہود حضرت ابراہیمؑ کا بہت احترام کرتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ آپ بھی یہودی تھے۔اس کی سخت تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ یہ دعویٰ کیسے درست ہوسکتا ہے جبکہ یہودیت حضرت ابراہیمؑ کے سیکڑوں سال بعد وجود میں آئی ہے۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ
التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٥﴾
هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاۗجُّوْنَ
فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾
مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا
مُّسْلِمًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٦٧﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ
بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَھٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ
وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٨﴾

ترجمہ: "اے اہل کتاب! کیوں تم جھگڑتے ہو ابراہیمؑ کے بارے میں، حالانکہ نہیں نازل کی گئی تورات اور انجیل مگر اس (ابراہیمؑ) کے

بعد، کیا تم پھر نہیں عقل رکھتے؟۔سنو! تم وہی لوگ تو ہو (کہ) تم نے جھگڑا کیا ایسی بات میں جس کا تمہیں علم تھا، تو اب کیوں تم جھگڑتے ہو اس چیز کے بارے میں (کہ) نہیں ہے تمہیں ان کے بارے میں کوئی علم اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔نہیں تھے ابراہیمؑ یہودی اور نہ نصرانی اور لیکن تھے وہ سب سے کٹ کر (اللہ کے) فرماں بردار (مسلمان) اور نہیں تھے وہ مشرکوں میں سے۔ بیشک قریب تر تمام لوگوں میں سے ابراہیمؑ کے، البتہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اُن کی اتباع کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اللہ ولی (سرپرست) ہے مومنوں کا"۔

(سورہ ال عمران آیت نمبر ۶۵ سے ۶۸ تک)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واقفیت

● یہویوں کی مذہبی کتب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو پیشین گوئیاں موجود تھیں وہ اس درجے کی تھیں کہ انہیں اس بات میں کوئی شبہ نہ تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں یا نہیں۔ یہ محض ان کا حسد تھا جس نے انہیں ایمان لانے سے روکا۔انہیں غصہ اس بات کا تھا کہ آخری پیغمبر بنی اسرائیل کے بجائے بنی اسماعیل میں کیسے آ گیا جب کہ وہ انہیں حقیر سمجھتے تھے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰھُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ
اَبْنَاۗءَھُمْ ۭ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْھُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَھُمْ
يَعْلَمُوْنَ ﴿١٤٦﴾

ترجمہ: "وہ لوگ جنہیں دی ہم نے کتاب، وہ پہچانتے ہیں اُس (رسول) کو جیسے پہچانتے ہیں اپنی اولاد کو۔لیکن کچھ لوگ ان میں سے چھپاتے ہیں حق کو جانتے بوجھتے"۔(سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۴۶)

●اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۖ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكًا عَظِيمًا ﴿٥٤﴾

ترجمہ: ”یا پھر یہ حسد کرتے ہیں لوگوں سے اس پر، جو عطا کیا ہے اُن کو اللہ نے اپنے فضل سے، سو یقیناً ہم نے دی آلِ ابراہیمؑ کو کتاب اور حکمت اور ہم نے دی ان کو بادشاہی بہت بڑی“۔

(سورہ النساء آیت نمبر ۵۴)

حق کے چھپانے کا اخلاقی بگاڑ

یہودیوں کے اندر بہت بڑا اخلاقی بگاڑ پیدا ہو چکا تھا۔ حق کو چھپانا رشوت لے کر دینی احکام میں تبدیلی کر دینا لوگوں کا مال مختلف ہتھکنڈوں سے ہتھیانا سود کھانا اور اس نوعیت کے بہت سے اخلاقی امراض میں وہ مبتلا تھے۔ ان کے مذہبی علماء انہیں اپنا نفسیاتی غلام بنا کر رکھتے اور اس طرح سے ان کا جانی مالی اور نفسیاتی استحصال کرتے تھے۔ قرآن مجید نے اپنی دعوت میں اس کو کوئی خاص موضوع بنایا اور جہاں یہود کے برے لوگوں پر تنقید کی وہیں ان کے نیک لوگوں کی تعریف بھی کی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِن تَأْمَنْهُ بِقِنطَارٍ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ وَمِنْهُم مَّنْ إِن تَأْمَنْهُ بِدِينَارٍ لَّا يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا ۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٧٥﴾ بَلَىٰ مَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ وَاتَّقَىٰ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿٧٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ

لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٧﴾ وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُم بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٧٨﴾ مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِن دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِن كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ ﴿٧٩﴾ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَن تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُم بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿٨٠﴾

ترجمہ: ”اور اہل کتاب میں سے کچھ ایسے بھی ہیں، کہ اگر آپ امانت رکھیں اُن کے پاس ایک ڈھیر (سونے چاندی کا تو بھی) وہ ادا کر دیں گے آپ کو اور کچھ اُن میں سے وہ ہیں کہ اگر آپ امانت رکھیں ان کے پاس ایک دینار (تو) نہیں وہ ادا کریں گے آپ کو، مگر (یہ کہ) آپ مسلسل رہیں ان (کے سر) پر کھڑے، یہ اس وجہ سے ہے، کہ وہ کہتے ہیں کہ نہیں ہے ہم پر امیوں (عربوں) کے بارے میں کوئی گناہ اور وہ کہتے ہیں اللہ پر جھوٹ اور وہ جانتے ہیں۔ کیوں نہیں جس نے پورا کیا اپنا عہد اور (اللہ سے) ڈرے، تو بیشک اللہ محبت کرتا ہے متقی لوگوں سے۔ بیشک وہ لوگ جو خریدتے (یا لیتے) ہیں، اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض حقیر قیمت، یہی لوگ ہیں کہ نہیں ہے کوئی حصہ اُن

کے لئے آخرت میں، اور نہ بات کرے گا اُن سے اللہ اور نہ دیکھے گا اُن کی طرف قیامت کے دن اور نہ انہیں پاک کرے گا، اور اُن کے لئے ہے عذاب دردناک۔ اور بیشک ان میں سے ایک گرُوہ ایسا ہے جو مروڑتے ہیں اپنی زبانیں کتاب (پڑھنے) کے ساتھ، تاکہ تم اُسے گمان کرو، کہ یہ کتاب ُاللہ میں سے ہے، حالانکہ نہیں ہوتا وہ کتاب میں سے اور وہ کہتے ہیں کہ، وہ اللہ کی طرف سے ہے، حالانکہ نہیں ہے وہ اللہ کی جانب سے اور وہ کہتے ہیں اللہ پر جھوٹ، جبکہ وہ جانتے ہیں۔ نہیں ہے لائق کسی بشر کے لئے، (یہ) کہ دے اسے اللہ کتاب اور حکم اور نبوت، پھر وہ کہے لوگوں سے، کہ ہو جاؤ تم بندے میرے، اللہ کو چھوڑ کر اور لیکن (وہ تو کہے گا) ہو جاؤ رب والے، اِس لئے کہ تم تعلیم دیتے ہو کتاب کی اور اِس بنا پر کہ تم پڑھتے ہو خود بھی (اللہ کی کتاب)۔ اور نہیں حکم دے گا وہ تمہیں (اس بات کا بھی) کہ تم بنا لو فرشتوں کو اور نبیوں کو رب، کیا وہ تمہیں حکم دے گا کفر کا، بعد اِس کے کہ تم (ہو چکے) ہو مسلمان"۔

(سورہ ال عمران آیت نمبر ۷۵ سے ۸۰ تک)

یہود اپنے کو اللہ تعالیٰ کی چہیتی قوم سمجھتے تھے

یہودیوں کے یہاں یہ تصور تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی چہیتی قوم ہیں۔ اس لئے وہ جو کچھ بھی گناہ کریں اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرما دیں گے اور اگر سزا کی نوبت آئی تو وہ چند دن ہوں گے۔ سورۃ البقرہ میں اس بات کو موضوع بنا کر ان کی تردید کی گئی اور دلیل کے طور پر یہود کو ان کی تاریخ کے ایسے واقعات جو آج بھی بائبل میں موجود ہیں سنائے گئے کہ جب اللہ نے انہیں سزا دی تھی۔ اس کا مقصد انہیں یہ بتانا تھا کہ اگر وہ واقعی چہیتی قوم ہوتے تو پھر ان کے آباؤ اجداد کو سزا کیوں ملتی؟ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس دنیا میں سرفرازی دینے کا جو

وعدہ کیا تھا وہ اس بات سے مشروط تھا کہ وہ اللہ کے احکام کی پیروی کریں گے اس وعدے میں ساتھ یہ بات بھی تھی کہ اگر انہوں نے نافرمانی کی تو انہیں سزا بھی ملے گی۔ اب ان کا کام یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں۔ اگر انہوں نے یہ پیروی نہیں کی تو پھر وہ سزا کے مستحق ہوں گے۔

یہود علماء پر دعوت کا اثر

یہود کے بعض نیک دل لوگوں پر قرآن مجید کی اس دعوت کے گہرے اثرات مرتب ہوئے اور یہ لوگ ایمان لے آئے۔ ان میں سب سے نمایاں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تھے جو تورات کے بہت بڑے عالم تھے اور یہود ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ ان کے علاوہ اور یہودی بھی ایمان لائے۔ اوس اور خزرج کے بہت سے لوگوں نے بھی یہودی مذہب اختیار کر رکھا تھا یہ سب کے سب ایمان لے آئے۔ قرآن مجید میں ان کی بہت تعریف کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

● اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ
يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

ترجمہ: "وہ لوگ جن کو دی ہم نے کتاب، وہ پڑھتے ہیں اُسے جیسا کہ اُس کے پڑھنے کا حق ہے، وہ لوگ ایمان لاتے ہیں اُس پر اور جو کوئی کفر کرتا ہے اس کے ساتھ، سو وہی ہیں خسارہ اٹھانے والے"۔

(سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۲۱)

یہود کی مخالفت

ان چند حق پرستوں کو چھوڑ کر یہود کی اکثریت نے قرآن کی اس دعوت کو سوچ سمجھ کر اپنے تعصّبات کی وجہ سے نہ صرف مسترد کر دیا بلکہ اس دعوت کی مخالفت پر اتر آئے۔ اگر چہ ان کے ساتھ مسلمانوں کے معاہدے تھے لیکن انہوں نے خلاف ورزی کرتے

ہوئے مسلمانوں پر حملے کیے اور بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے خلاف فوجی کاروائی کرنا پڑی۔

عیسائیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کا طریقہ

قرآن مجید میں عیسائیوں کو بھی اسلام کی دعوت کا خاص موضوع بنایا گیا۔عرب میں عیسائی کم تھے مکہ اور اس کے گرد ونواح میں بعض عیسائی آباد تھے جو یا تو غلام تھے یا پھر چھوٹے موٹے کام کرتے تھے۔ان لوگوں کے لیے سورۃ مریم نازل ہوئی جس میں نہایت ہی دلنشیں پیرائے میں عیسائیت کی تاریخ اور دعوت کا بڑے مثبت انداز میں ذکر ہے ۔ساتھ ہی عیسائیوں کے اس نظریے کی تردید بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام خدا یا خدا کے بیٹے ہیں۔

مکہ کے قرب وجوار کے عیسائیوں نے اسلام کی دعوت پر لبیک کہا اور ایمان لے آئے ہجرت حبشہ کے بعد حبشہ میں صحابۂ کرام نے دعوت وتبلیغ کا کام شروع کیا۔نجاشی کا تعلق عیسائیوں کے توحیدی فرقے سے تھا۔اسی فرقے کے بعض لوگ مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قرآن مجید سن کر بہت روئے اور ایمان لائے ان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٨٢﴾ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَاۗءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا

مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٤﴾ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٥﴾

ترجمہ:''یقیناً آپ پائیں گے سخت ترین، سب لوگوں سے عداوت میں، ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے یہود کو اور ان کو جنہوں نے شرک کیا اور یقیناً آپ ضرور پائیں گے سب سے زیادہ قریب دوستی میں اہل ایمان کی، ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں، یہ اس لئے کہ نصاریٰ میں عبادت گزار عالم (پڑھے ہوئے) ہیں اور کچھ زاہد (درویش) ہیں اور اس لئے، کہ وہ نہیں تکبر کرتے۔اور جب وہ سنتے ہیں (قرآن جو نازل ہوا ہے رسول پر، آپ دیکھیں گے کہ ان کی آنکھوں سے جاری ہوجاتے ہیں آنسوں، اس وجہ سے کہ پہچان لیتے ہیں وہ حق کو، کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے چنانچہ تو ہمیں لکھ لے شہادت دینے والوں کے ساتھ۔اور کیا ہوا ہم کو کہ نہ ایمان لائیں ہم اللہ پر اور (اس پر) جو پہنچا ہمارے پاس حق اور ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمیں داخل کرے گا ہمارا رب، قوم صالحین کے ساتھ ۔پھر بدلے میں دے گا اُن کو اللہ، اس وجہ سے کہ جو انہوں نے کہا! ایسے باغات، کہ بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں، وہ ہمیشہ رہیں گے اُن میں اور یہ جزا ہے نیکی کرنے والوں کے لئے''۔

(سورہ المائدہ آیت نمبر ۸۲ سے ۸۵ تک)

عیسائیوں کا قبول اسلام

عیسائیوں کے ساتھ دوسرا معاملہ اس وقت ہوا جب یمن میں بہت بڑی تعداد

میں لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ یہاں نجران کے علاقے میں عیسائیوں کی اکثریت تھی چنانچہ ان کا وفد نبی کریم صلی علیہ وسلم کے پاس آیا اور ان کے ساتھ بات چیت ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سوالات کے جواب دیے اور انہیں توحید کے مشترک عقیدے کو ماننے کی دعوت دی۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے انہیں مباہلہ کی دعوت دی جس کے مطابق دونوں فریقوں کو مل کر اللہ سے دعا کرنا تھی کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ عیسائیوں نے اس مباہلہ کو قبول نہیں کیا اور مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی۔ اس طرح سے نجران کا علاقہ اسلامی حکومت میں شامل ہو گیا اور یہاں دعوت پھیلتی رہی۔

شمال کے عیسائی قبائل کا قبول اسلام

یہی معاملہ شمال کے عیسائی قبائل جیسے بنو طےٗ اور بنو کلب کے ساتھ ہوا۔ یہ لوگ اسلامی حکومت میں شامل ہو گئے اور اہستہ آہستہ ان کے لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ انٹرنیشنل سطح پر حبشہ کے عیسائیوں میں دعوت وتبلیغ کا سلسلہ جاری رہا جس کے نتیجے میں یہاں کی بڑی آبادی نے اسلام قبول کیا۔ پھر شام مصر اور عراق فتح ہونے کے بعد یہاں کے عیسائیوں میں بھی دعوت وتبلیغ کا کام ہوا جس کے نتیجہ میں ان لوگوں نے بھی اسلام قبول کیا۔

حنفاء کو دعوت کا طریقہ

عربوں میں ایک طبقہ ایسا بھی تھا جو خود کو دین ابراہیمی کا پیروکار کہتا تھا۔ یہ لوگ (حنیف کی جمع) حنفاء کہلاتے تھے جس کا مطلب ہے ایسا شخص جو یکسو ہو۔ یہ توحید کے ماننے والے اور بہت عبادت گزار لوگ تھے اور عرب شاعری میں ان کا ذکر اسی حیثیت سے ملتا ہے۔ سبھی قبائل میں ایک دو حُنفاء موجود ہوا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی زندگی میں انہیں خاص طور پر ہدف بنا کر ان تک اپنی دعوت پہنچائی جس کے نتیجے

میں حنفاء میں سے اکثر لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ اس کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ نبی اکرم کی دعوت دین ابراہیمی کو ماننے کی دعوت تھی۔

منافقین کو دعوت کا طریقہ

مدنی زندگی میں اسلام کو منافقین سے واسطہ پیش آیا۔ یہ دو طرح کے تھے ایک تو وہ منافق تھے جو دل میں اسلام کی دشمنی رکھتے تھے اور اس کی جڑیں کاٹنا چاہتے تھے۔ دوسری قسم کے منافقین وہ تھے جو اسلام کے دشمن نہیں تھے مگر دل سے اس پر مطمئن بھی نہیں تھے پہلی قسم کے منافقین کے ساتھ بہت سختی کی گئی اور ان کی سازشوں کو بے نقاب کیا گیا جبکہ دوسری قسم کے منافقین کے ساتھ نرمی برتی گئی۔

وقت کے ساتھ ساتھ ان کا ذہن صاف ہوتا چلا گیا اور یہ اسلام پر جم گئے قرآن مجید میں نفاق اور منافقین کا ذکر اس نفرت سے ملتا ہے کہ کوئی انسان خود پر یہ لیبل لگانا پسند نہیں کرتا یہی وجہ ہے کہ آہستہ آہستہ دوسرے قسم کے منافقین نے اپنا احتساب کیا اور اسلام کے ساتھ مخلص ہوتے چلے گئے اور پہلی قسم کے منافقین اسلام دشمنی پر جمے رہے اور مسلمانوں کی جڑیں کاٹنے کی کوشش کرتے رہے جس میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ناکام کر دیا سورۃ توبہ میں ان دونوں گروہوں کا ذکر اس طرح آیا ہے:

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛؔ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۚ﴿۱۰۱﴾ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾

ترجمہ: ''اور اُن میں سے بعض جو تمہارے آس پاس ہیں، بدوی عرب

منافق ہیں اور کچھ اہل مدینہ بھی ، اڑے ہوئے ہیں نفاق پر، نہیں جانتے ہیں آپ انہیں ، ہم ہی جانتے ہیں انہیں ،عنقریب ہم انہیں سزا دیں گے دوہرا (دومرتبہ) پھر وہ لوٹائے جائیں گے عذاب عظیم کی طرف۔ اور کچھ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اعتراف کرلیا ہے اپنے گناہوں کا، انہوں نے ملایا ایک عمل اچھا اور دوسرا عمل بُرا، اُمید ہے کہ اللہ توبہ قبول فرمالے اُن کی، بیشک اللہ بہت معاف فرمانے والا نہایت رحم کرنے والا ہے''۔(سورہ التوبہ آیت نمبر ۱۰۱،۱۰۲)

❁❁❁

مکہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کے مختلف طریقے

مکی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دین کے لیے دعوتی حکمت عملی اختیار کی اور پھر مختلف گروہوں کے ساتھ مختلف معاملہ کیا اور وقت کے ساتھ ساتھ دعوتی حکمت عملی میں تبدیلیاں ہوتی رہیں اور اسلام کی دعوت پھیلانے کے لیے ہر طرح کے جائز ذرائع اور وسائل کو استعمال کیا جو درج ذیل ہیں:

(۱) اجتماعات کا استعمال

عرب میں سب سے بڑا اجتماع حج کا ہوا کرتا تھا۔اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے باہر کے لوگوں تک اپنی دعوت کو پہنچاتے اسی طرح تجارتی میلوں کے اجتماعات میں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جا کر وہاں اپنی دعوت پیش کیا کرتے تھے۔

(۲) قرآن کے ذریعے دعوت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ قرآن مجید کی تلاوت نہایت ہی دلنشین آواز میں کیا کرتے تھے۔ یہ سن کر لوگوں کے دل ودماغ کی دنیا بدل جایا کرتی تھی۔

(۳) کوہ صفا کا استعمال

مکہ میں صفا کی پہاڑی کو ایک خاص مقام حاصل تھا اور لوگ اس کی اہمیت سے واقف تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس طریقے کو اختیار کیا البتہ اپنی پیغمبرانہ شان کے مطابق برہنگی جیسی بیہودگی سے پرہیز فرمایا۔

(۴) قبائلی تعلقات کا استعمال

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبائلی اور ان کے درمیان تعلق کو اپنی دعوت کے لیے استعمال فرمایا۔ عرب میں چونکہ رواج تھا کہ ہر قیمت پر اپنے خاندان کی حفاظت کرنا ہوتا تھا چنانچہ اسی اصول کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہاشم کی حمایت کو قبول کیا۔ چونکہ ایک قبیلے اور خاندان کے لوگوں میں محبت اور انس ہوتا تھا اس لیے اسلام قبول کرنے والے صحابہ نے اپنے اپنے خاندانوں اور قبائل میں دعوت کا کام کیا۔

(۵) ذاتی تعلقات اور اثر ورسوخ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذاتی تعلقات اور اثر ورسوخ کو بھی دعوت دین کے لیے استعمال فرمایا۔ جیسا کہ آپ کے ذاتی تعلقات حبشہ کے بادشاہ نجاشی سے تھے اور اس کی مدد سے آپ نے اہل ایمان کے لیے ایک باعزت جائے پناہ تلاش کی اور پھر یہی نجاشی ایمان بھی لائے۔ اسی طرح مختلف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے ذاتی تعلقات کی مدد سے دعوت کو عام کیا۔

(۶) عملی نمونہ کے ذریعہ دعوت

دعوت دین میں الفاظ اتنے مؤثر نہیں ہوتے جتنا انسان کا کردار ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تربیت کے زیر اثر صحابۂ کرام نے ایسے اعلیٰ اخلاق اور کردار کا مظاہرہ کیا کہ لوگوں کے دل موم ہونے لگے اور وہ اس دین میں شامل ہوتے گئے۔

(۷) معجزات کے ذریعہ دعوت

معجزہ ایک ایسا کرشمہ ہوتا ہے جو انسان کی عقل سے پردے کو ہٹا دیتا ہے اور انسان یہ ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ معجزہ پیش کرنے والا واقعی اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا پیغمبر ہے

۔ معجزہ حسی بھی ہوسکتا ہے اور معنوی بھی۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے عصا کا سانپ بننا ایک حسی معجزہ ہے جبکہ قرآن مجید کا بلیغ کلام ہونا ایک معنوی معجزہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دین کے لیے حسی معجزہ کا زیادہ استعمال نہیں فرمایا۔

آپ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید تھا جس کے معجزہ ہونے کو خود اس کے منکرین بھی تسلیم کرتے تھے مگر اپنے تعصب کے سبب اسے مانتے نہیں تھے۔ اس کے علاوہ جب کفار نے کسی معجزے کا مطالبہ کیا تو ان کے اس مطالبہ کو خود قرآن نے مسترد کر دیا اور اس بات پر زور دیا کہ قرآن کا معجزہ ہونا کافی ہے۔ اس کی وجہ یہی بیان کی گئی ہے کہ حسی معجزہ کے بعد اہل مکہ کو دی گئی مہلت ختم ہو جائے گی اور پھر بھی وہ ایمان نہ لائے تو ان پر اللہ کا عذاب آجائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعۡضَ مَا يُوۡحٰۤى اِلَيۡكَ وَضَآٮِٕقٌۢ بِهٖ صَدۡرُكَ اَنۡ يَّقُوۡلُوۡا لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡهِ كَنۡزٌ اَوۡ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ‌ ؕ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ نَذِيۡرٌ‌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ وَّكِيۡلٌ ﴿۱۲﴾ اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰٮهُ‌ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِعَشۡرِ سُوَرٍ مِّثۡلِهٖ مُفۡتَرَيٰتٍ وَّادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: ''پھر شاید کہ آپ چھوڑنے والے ہوں اُس میں سے کچھ، جو وحی کیا جا رہا ہے آپ کی طرف اور تنگ ہونے لگا ہے، اس کی وجہ سے آپ کا سینہ، یہ اس بنا پر ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ کیوں نہیں اتارا گیا اس پر کوئی خزانہ؟ یا (کیوں نہ) آیا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ یقیناً آپ تو (صرف) ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہی ہر چیز کا وکیل (نگراں) ہے۔ کیا یہ کہتے ہیں (کہ) اس (قرآن) کو خود گڑھا ہے اس نے، کہہ دیجئے! اچھا لے آؤ تم دس سورتیں اس جیسی گڑھی ہوئی اور بُلا لو (مدد کے

لئے) جن جن کو بلانے کی تم طاقت رکھتے ہو سوائے اللہ کے ، اگر ہو تم سچے‘‘۔ (سورہ ہود آیت نمبر ۱۲، ۱۳)

● حسی معجزہ پیش نہ کرنے کی وجہ یہی بیان کی گئی ہے کہ حسی معجزہ کے بعد اہل مکہ کو دی گئی مہلت ختم ہو جائے گی اور پھر بھی وہ ایمان نہ لائے تو ان پر اللہ کا عذاب آ جائے گا۔

● وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ﴿٨﴾

ترجمہ: ’’اور انہوں نے کہا! کیوں نہیں نازل کیا گیا اس (نبیؐ) پر فرشتہ اور اگر کہیں ہم نازل کرتے کوئی فرشتہ تو فیصلہ ہو چکا ہوتا ، پھر نہ انہیں کوئی مہلت ملتی‘‘۔ (سورہ الانعام: آیت نمبر ۸)

چاند کے دو ٹکڑے

مکی زندگی میں واقعہ ہونے والا اہم ترین حسی معجزہ شق القمر تھا جو کہ مکی زندگی کے آخری ایام میں پیش آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کے مطالبہ کے بعد چاند کے دو ٹکڑے کر کے انہیں دکھایا گیا اس واقعہ میں یہ اعلان تھا کہ اب ان پر عذاب کی گھڑی قریب آ گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد بھی جن لوگوں نے انکار اور دشمنی کی روش اختیار کی ان پر پھر غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوڑا برسا اور انہیں سزا دے دی گئی۔

● اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴿١﴾ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴿٢﴾ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ﴿٣﴾

ترجمہ: ’’قریب آ گئی قیامت اور پھٹ گیا چاند۔ اور اگر وہ دیکھتے ہیں کوئی نشانی تو اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ، یہ تو جادو ہے جو پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ اور انہوں نے جھٹلایا اور پیروی کی اپنے خواہشات

کی اور ہر کام کے لئے (ایک وقت) مقرر ہے۔‘‘ (سورہ القمر آیت نمبر ۱ سے ۳)

معجزات کا مقصد ایمان والوں کی تسکین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو معجزات کتب حدیث میں بیان ہوئے ہیں ان کا بنیادی مقصد کفار پر اتمام حجت نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل ایمان کے دلوں کو تسکین اور اطمینان دینا تھا۔ واقعہ معراج ایک معجزہ ہے اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ وعلیہ وسلم کو زبردست نفسیاتی تسکین حاصل ہوئی۔ کم کھانے میں برکت بھی ایک معجزہ ہے جس سے صحابۂ کرام کے ایمان کو تقویت حاصل ہوئی ہے۔

مکی دور میں دعوتی حکمتیں

دعوتی حکمت عملی کے اعتبار سے مکی زندگی کو ہم چار ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔ پہلا دور سنہ ۶۰۹ء سے سنہ ۶۱۲ء کے ابتدائی تین سالوں پر مشتمل تھا۔ اس دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت کو خاص لوگوں تک پہنچایا اور اس کے نتیجے میں ایسے لوگوں کی بڑی تعداد اسلام میں داخل ہوئی جو شرک اور اخلاقی بگاڑ سے بیزار تھے وہ اسلام میں داخل ہوئے۔

۲۔ دوسرا دور سنہ ۶۱۲ء سے سنہ ۶۱۴ء کے دو سالوں پر مشتمل ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلے عام دعوت شروع کی اور مسلم کمیونٹی کو شدید تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔

۳۔ تیسرا دور سنہ ۶۱۴ء سے سنہ ۶۱۹ء کے پانچ سالوں پر مشتمل ہے اس میں ایک جانب مسلمان ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے اور یہاں دعوت کا کام کرنے لگے۔ دوسری طرف مکہ اور اس کے باہر کے عرب قبائل میں اسلام کی دعوت پھیلنے لگی۔ حضرت حمزہ اور عمر رضی اللہ عنہما کے قبول اسلام کے بعد مسلمانوں کو زبردست تقویت حاصل ہوئی اور وہ کھلے عام نماز پڑھنے لگے۔ اسی دور میں بنو ہاشم کا بائیکاٹ کیا گیا اور انہیں شدید تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔

۴۔ چوتھا دور ۶۱۹ء سے ۶۲۲ء کے تین سالوں پر مشتمل ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ توجہ مکہ کے باہر جو قبائل تھے ان پر دی اور طائف بھی اسی سلسلے کی کڑی تھی۔ حج کے موقع پر مکہ آنے والے قبائل کو آپ خصوصی دعوت دیا کرتے تھے۔

پانچ سال مکی زندگی کی دعوت کا خلاصہ

ہجرت حبشہ کے موقع پر اس دعوت کا خلاصہ اور اس کے پہلے پانچ سال کی تاریخ کو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے دربار میں تقریر کرتے ہوئے اس طرح بیان کیا تھا۔

''اے بادشاہ ہم ایسی قوم تھے جو جہالت میں مبتلا تھے ہم بت پوجتے تھے مردار کھاتے تھے بدکاریاں کرتے تھے رشتے داروں سے تعلق توڑتے تھے۔ ہمسایوں سے بد سلوکی کرتے تھے۔ اور ہم میں سے طاقتور کمزور کو کھا رہا تھا۔ ہم اسی حالت میں تھے کہ اللہ نے ہم ہی میں سے ایک رسول بھیجا جن کے اعلیٰ نسب سچائی، امانت اور پاکدامنی سے ہم پہلے آگاہ تھے۔ انہوں نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا اور سمجھایا کہ ہم صرف ایک اللہ کو مانیں اور اسی کی عبادت کریں اور اس کے سوا جن پتھروں اور بتوں کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے انہیں چھوڑ دیں۔ اس نے ہمیں سچ بولنے امانت ادا کرنے رشتے داری کا تعلق قائم رکھنے پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے حرام کاری اور خونریزی سے باز رہنے کی تلقین کی۔ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ انہوں نے ہمیں نماز روزہ اور زکوٰۃ کا حکم دیا''۔

اسلام کے اہم احکام

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس کے بعد حضرت جعفر نے اسلام کے اہم احکام گنوائے اور پھر کہا ہم نے ان پیغمبر کو سچا مانا ان پر ایمان لائے اور ان کے لائے ہوئے دین خداوندی کے معاملے میں ان کی پیروی کی چنانچہ ہم نے صرف اللہ کی عبادت

کی اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا جن باتوں کو ان پیغمبر نے حرام بتایا انہیں حرام مانا اور جن کو حلال سمجھا۔ اس پر ہماری قوم ہم سے ناراض ہوگئی۔ اس نے ہم پر ظلم وستم کیا اور ہمیں ہمارے دین سے ہٹانے کے لیے فتنے اور سزاؤں سے دوچار کیا تاکہ ہم اللہ کی عبادت چھوڑ کر بت پرستی کی طرف پلٹ جائیں۔ اور جن گندی چیزوں کو یہ لوگ حلال سمجھتے ہیں انہیں پھر سے حلال سمجھنے لگیں۔

جب انہوں نے ہم پر بہت ظلم وستم کیا زمین تنگ کر دی اور ہمارے درمیان اور ہمارے دین کے درمیان رکاوٹ بن کر کھڑے ہو گئے تو ہم آپ کے ملک میں آ گئے اور دوسروں پر آپ کو ترجیح دیتے ہوئے آپ کی پناہ میں رہنا پسند کیا اور یہ امید کی کہ اے بادشاہ آپ کے پاس ہم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی تقریر سے یہ بات واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کے بنیادی عقائد اور اخلاقی احکام کو ابتداء ہی سے اپنی دعوت کا موضوع بنا لیا تھا۔ اس دور کی نازل شدہ آیات کریمہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿۱۹﴾ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ﴿۲۰﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴿۲۱﴾ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ﴿۲۲﴾ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿۲۴﴾ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۲۵﴾ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ

بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ
يُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ: ''بیشک انسان پیدا کیا گیا ہے بے صبرا۔ جب پہنچتی ہے اسے تکلیف تو فریادی بن جاتا ہے (روتے ہوئے)۔ اور جب پہنچتی ہے اسے خوشحالی تو بخل کرتا ہے۔ مگر وہ نماز پڑھنے والے۔ جو وہ اپنی نمازوں پر ہیشگی (پابندی) کرنے والے ہیں۔ اور وہ جن کے مالوں میں حق (حصہ) مقرر ہے۔ سائلوں کے لئے اور مسکینوں کے لئے۔ اور وہ لوگ جو تصدیق کرتے ہیں یوم جزا کی۔ اور وہ لوگ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔ بلاشبہ عذاب اُن کے رب کا ہے (ایسا کہ) نہ بے خوف ہوا جائے (اس سے)۔ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں کے یا ان (عورتوں) کے جو ان کی ملک میں ہوں (باندیاں) کہ وہ (ان سے مباشرت کرنے پر) قابل ملامت نہیں ہیں۔ البتہ جو شخص تلاش کرے اس کے علاوہ کچھ اور، سو ایسے ہی لوگ ہیں حد سے تجاوز کرنے والے۔ اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں کا اور اپنے عہدوں کا پاس کرتے ہیں اور وہ جو اپنی شہادتوں میں ثابت قدم رہتے ہیں۔ اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں یہ لوگ باغوں میں معزز ہوں گے۔ (سورہ معارج آیت نمبر ۱۹ سے ۳۵)

اس مکی دور میں کفار مکہ کے جس رویے کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا وہ یہ تھا:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ﴿۱۰﴾ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ﴿۱۱﴾ مَّنَّاعٍ
لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿۱۲﴾ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ﴿۱۳﴾ اَنْ كَانَ ذَا
مَالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۱۴﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ

الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمہ: ''اور نہ آپ اطاعت کریں ہر قسمیں کھانے والے نہایت حقیر کی، عیب نکالنے والا، پھرنے والا، چغلخوری کے لئے، بہت روکنے والا بھلائی سے، حد سے بڑھ جانے والا، بڑا گنہگار، سرکش، اس کے علاوہ بے نسب (حرام زادہ) ہے، یہ اس لئے، کہ ہے وہ مال والا اور بیٹوں والا، جب تلاوت کی جاتی ہیں اس پر ہماری آیات (تو) وہ کہتا ہے یہ افسانے ہیں پہلوں کے''۔ (سورہ القلم آیت نمبر ۱۰)

تدریجی احکام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کے احکام کا زبردستی کسی پر نفاذ نہیں کیا بلکہ یہ کوشش فرمائی کہ لوگوں کے دل میں ایمان اتر تا چلا جائے۔ پھر اسی ایمان سے عمل کی شاخیں پھوٹ نکلیں۔ جب یہ کیفیت ہو گئی تو پھر آہستہ آہستہ شریعت کے احکام نازل ہوتے چلے گئے جن میں نماز، روزہ، زکوۃ، حج، معاشرت، تجارت، سیاست سبھی کے مفصل احکام تھے۔ اس حقیقت کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یوں بیان فرمایا ہے۔

قرآن میں جو سب سے پہلے نازل ہوا وہ مفصل کی ایک سورت تھی جس میں جنت وجہنم کا ذکر ہے۔ پھر جب لوگ اسلام میں پوری طرح داخل ہو گئے تب حلال وحرام کے احکام نازل ہوئے۔ اگر بالکل شروع ہی میں یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ شراب نہ پیو تو لوگ کہتے ہم تو کبھی شراب نہیں چھوڑ سکتے۔ اور یہ حکم نازل ہوتا کہ بدکاری نہ کرو تو وہ کہتے ہم تو بدکاری کبھی نہیں چھوڑ سکتے''۔

مکی دور میں اخلاقی برائیوں کا ذکر

مکی سورتوں میں اخلاقی برائیوں کا ذکر ہے جن میں بدکاری بھی شامل ہے۔ جن سے نیک روحیں دور جاہلیت میں بھی اجتناب کرتی تھیں۔ اور اخلاقی برائیوں

کی اشاعت کو تعلیم و تربیت کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں راسخ کیا جاتا تھا۔ پھر جب مسلمانوں کی کثیر تعداد ان سے باز رہنے لگی تو ان احکام کو مدنی زندگی میں قانونی شکل دے دی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے سابقہ اقوام پر نازل ہونے والے عذاب کی مثالیں بیان کر کے اہل مکہ پر یہی حقیقت واضح فرمائی ہے۔

اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّا نَاۡتِى الۡاَرۡضَ نَـنۡقُصُهَا مِنۡ اَطۡرَافِهَا‌ ؕ وَاللّٰهُ يَحۡكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكۡمِهٖ‌ ؕ وَهُوَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ﴿۴۱﴾

ترجمہ: ''کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم چلے آرہے ہیں، اس کی زمین پر اور تنگ کررہے ہیں اس کو ہر طرف سے اور اللہ حکم کرتا ہے، نہیں ہے کوئی رد کرنے والا اس کے حکم کو اور وہ جلد حساب لینے والا ہے''۔ (الرعد آیت نمبر ۴۱)

کفار مکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کرنے کے لیے یہ اعتراض کیا کہ اگر آپ سچے ہیں تو اس عذاب کو لے آیئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو یہ بتا دیا کہ ان پر عذاب اسی صورت میں آئے گا جب اللہ کے پیغمبر اور اہل ایمان ہجرت فرما کر ان کے درمیان سے نکل جائیں گے۔

مکی دور میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد

پہلے تین سال کے دوران تقریباً ۴۰ افراد ایمان لائے پھر ہجرت حبشہ کے وقت ۸۳ افراد نے ہجرت کی۔ اگر اتنے ہی مسلمان مکہ میں رہ گئے ہوں تو ان کی کل تعداد ہجرت حبشہ کے وقت تقریباً ۱۵۰ کے قریب ہوگی۔ اگلے پانچ سال تک ان میں اضافہ ہوتا رہا اور اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ۶۱۹ء تک تین چار سو کے قریب لوگ اسلام میں داخل ہو چکے ہوں گے۔ اس کے بعد مدینہ میں اسلام پھیلا تو اس تعداد میں تیزی سے اضافہ ہوا اور ہجرت کے وقت مسلمانوں کی کل تعداد تقریباً ۱۰۰۰ کے قریب رہی ہوگی۔

مکی دور میں مدینہ والوں کو دعوت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مکی زندگی میں مختلف قبائل عرب کو دعوت دیا کرتے تھے۔ اگرچہ یثرب (مدینہ) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ننھیال تھا اور آپ کی والدہ ماجدہ اور دادی محترمہ کا تعلق بھی یہیں سے تھا تاہم بالکل ابتداء میں یہاں اسلام کی دعوت نہیں پھیل سکی۔ اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہاں کے دونوں بڑے قبائل اوس اور خزرج کے درمیان جنگوں کا ایک طویل سلسلہ رہا اور یہ لوگ انہی میں مشغول تھے ۶۱۸ء میں یہاں ایک بڑی جنگ ہوئی جو بعاث کہلاتی ہے۔

عام الحزن کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قبائل میں دعوتی کام تیز کر دیا اور بالآخر یثرب (مدینہ) کے چھ اہم افراد نے ۶۲۰ء میں اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے واپس جا کر اپنی قوم میں تبلیغ کی جس کے نتیجے میں یہاں اوس اور خزرج دونوں کے بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔

اگلے سال ۱۲ افراد حج کے لیے آئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ آپ نے ان کے ساتھ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا جنہوں نے اپنی معمولی تبلیغ اور تعلیمی صلاحیتوں سے اس پورے معاشرے کو اسلامی رنگ میں ڈھال لیا ۶۲۲ء میں یہاں سے ۱۷۳ افراد کا قافلہ مکہ آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر کے آپ کو یثرب (مدینہ) آنے کی دعوت دی جسے آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے قبول کر لیا۔ اس طرح سے یثرب (مدینہ) میں پہلی اسلامی ریاست قائم ہوئی اور یثرت سے مدینہ منورہ بن گیا۔

مدینہ والوں کے اسلام قبول کرنے کے اسباب

دوسرے قبائل کے مقابلہ میں اسلام کی دعوت کو مدینہ منورہ میں عام مقبولیت حاصل ہوئی۔ مدینہ منورہ کی تاریخ پر غور کیا جائے تو اس کی درج ذیل وجوہات سامنے آتی ہے۔

مدینہ کے لوگ آخری رسول کے منتظر تھے

مدینہ کے باشندے ایک پیغمبر کی آمد کے منتظر تھے۔ یہاں یہودی قبائل آباد تھے جن کی کتاب میں ایک پیغمبر کی تشریف آوری کی خبر تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت خزرج کے چھ افراد کے سامنے پیش کی تو قرآن کو سن کر انہیں یقین ہوگیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور محمد سچے رسول ہیں۔ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا یہ وہی نبی ہے جن کا حوالہ دے کر یہودی ہمیں دھمکیاں دیتے تھے کیوں نہ ہم ان یہود سے پہلے ان پر ایمان لے آئیں چنانچہ یہ لوگ ایمان لے آئے اور اسی بنیاد پر اپنے قبیلوں کو اسلام کی دعوت دی جسے انہوں نے قبول کرلیا۔

جنگ بعاث کی تباہ کاریاں

جنگ بعاث کی تباہ کاریوں سے سب سے زیادہ اوس اور خزرج متاثر ہوئے ان کے بہترین لوگ اس جنگ میں مارے گئے، بہت سی خواتین بیوہ اور بچے یتیم ہوئے اور ان کی آبادی کا بڑا حصہ تباہ ہوگیا۔ دونوں قبائل کے معقول لوگوں میں یہ خواہش تھی کہ کوئی ایسا سیاسی نظام قائم ہو جس میں سب لوگ امن کے ساتھ رہ سکیں۔

● خزرج کے بعض لوگوں نے اپنے ایک سردار عبداللہ بن اُبی کو مدینہ کے سبھی قبائل کا سربراہ بنانے کی تجویز رکھی تھی جسے اگرچہ سب نے قبول نہیں کیا تھا لیکن ایک تحریک پیدا ہوگئی تھی لیکن اس میں قباحت یہ تھی کہ قبیلہ اَوس کے لوگ ایک خزرجی کو اپنا سربراہ ماننا نہیں چاہتے تھے۔ اگر باہر کے کسی آدمی کو حکمران بنایا جاتا تو اسے دونوں قبائل تسلیم کرلیتے۔ چنانچہ اس صورتحال نے بھی اسلام کی دعوت کی راہ ہموار کی خزرج میں سے جن لوگوں نے اسلام قبول کیا انہوں نے یہی بات کہی کہ یارسول اللہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے ذریعہ متحد کردے گا۔

اَوس وخزرج کے عقائد

● اَوس اور خزرج کے عقائد کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اگرچہ بت پرستی میں مبتلا تھے لیکن زیادہ سخت مزاج نہیں تھے اس کا اندازہ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے واقعے سے ہوتا ہے، جو قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے یہ اپنے بت سے، بہت محبت کررے تھے۔

مدینہ میں بعض لوگوں کے رشتے داروں نے اسلام قبول کرلیا تھا جو بعض نومسلم نوجوان بعض لوگوں کے بھانجے بھتیجے تھے، انہوں نے شرارت یہ کی کہ ایک رات ان کے بت کو غلاظت میں پھینک دیا اگلی صبح جب لوگوں نے بت کو غلاظت میں پڑا پایا تو بہت غصہ ہوئے اور اسے پاک صاف کرکے دوبارہ رکھا۔ اگلی رات پھر ان نوجوانوں نے یہی ایک بار کیا اور صبح حضرت عمر نے اسے پھر دھویا اور خوشبو لگائی۔

● کچھ راتوں تک یہی ہوا ایک رات تنگ آکر حضرت عمر نے تلوار اس بت (مورتی) کے پاس رکھی اور اس سے کہنے لگے اگر تم میں واقعی کوئی خیر ہے تو پھر انہیں خود ہی روک لینا۔ اگلی رات بھی جب لڑکوں نے یہی کیا تو ان کے ذہن میں معاملہ صاف ہوگیا اور انہوں نے توحید کا اقرار کرکے اسلام قبول کرلیا۔

نوٹ:۔ اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ بت پرستی کے معاملے میں اہل مدینہ زیادہ سخت نہیں تھے۔

● مدینہ منورہ کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور کردار سے اچھی طرح واقف تھے چونکہ نبی کریم کا ننھیال مدینہ میں تھا اس وجہ سے آپ کا ان سے مسلسل رابطہ تھا آپ کے اخلاق اور کردار کی بنیاد پر اہل مدینہ سمجھ گئے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اس لئے اسلام قبول کرتے گئے۔

❀❀❀

مدنی زندگی کے مختلف ادوار میں دعوتی طریقہ

دعوتی حکمت عملی کے اعتبار سے مدنی زندگی کو ہم چار ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں:

۱۔ پہلا دور ہجرت نبوی سے پہلے کا ہے جو کہ ۶۲۰ء سے ۶۲۲ء کے دو سالوں پر محیط ہے اس دور میں اَوس اور خزرج کے تقریباً سبھی لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔

۲۔ دوسرا دور ہجرت نبوی سے لے کر صلح حدیبیہ ۶۲۲ء سے ۶۲۸ء تک یعنی جو ۶ سال پر مشتمل ہے۔ اس دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے آس پاس اپنی دعوت کو پھیلایا اور بہت سے دعوتی وفود مختلف قبائل کی طرف بھیجے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کے آس پاس آباد قبائل کے ساتھ صلح کے معاہدے کیے جن کی بدولت مسلم مبلغین کے لیے ان قبائل میں آنا جانا اور اپنی دعوت پیش کرنا آسان ہو گیا۔

۳۔ تیسرا دور صلح حدیبیہ سے فتح مکہ ۶۲۸ء سے ۶۳۰ء تک یعنی ۶ سے ۸ ہجری تک دو سال پر مبنی ہے صلح حدیبیہ سے پہلے مکہ کے جنوب میں آباد قبائل تک دعوت پہنچانا بہت مشکل تھا کیونکہ درمیان میں اہل مکہ موجود تھے جو مسلم قافلوں پر حملہ کر سکتے تھے۔ صلح حدیبیہ سے یہ رکاوٹ ختم ہوئی اور اس معاہدہ کی شرائط کے تحت اہل مکہ اس معاملہ میں غیر جانبدار ہو گئے کہ کوئی بھی قبیلہ اسلام قبول کر سکتا تھا۔ اس معاہدے کے بعد قبائل کی جانب دعوتی وفود میں بہت تیزی سے اضافہ ہوا اور بے شمار لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۶۲۷ء میں مسلمانوں کے یہاں جوان افراد کی تعداد ۳۰۰۰ تھی جو کہ فتح مکہ کے وقت ۱۰۰۰۰ ہو چکی تھی۔ اصل آبادی کا اندازہ اس سے تین گنا کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ چوتھا دور فتح مکہ سے لے کر وفات نبوی ۶۳۰ء سے ۶۳۲ء یعنی ۹ ہجری سے ۱۱

ہجری تک کے درمیانی عرصے پر مشتمل ہے۔ اس میں تو اسلام کی دعوت بجلی کی طرح تیزی سے پھیلتی چلی گئی اور صرف دو سال کے اندر اندر پورے جزیرہ نما عرب نے اسلام قبول کر لیا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر تقریباً ۱۲۴۰۰۰ افراد نے شرکت کی اور اگر بالفرض اس حج میں شریک نہ ہونے والے ان سے پانچ گنا زیادہ ہوں تو اسلام قبول کرنے والوں کی کل تعداد آٹھ نو لاکھ کے قریب رہی ہو گی۔

عرب قبائل میں دعوت کے اسباب

مدینہ تشریف لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو یہاں مسلم معاشرے کو مستحکم کیا اور اس کے ساتھ ہی متعدد دعوتی وفود مختلف قبائل کی طرف بھیجے۔ ان وفود میں سے بعض میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور بعض میں کسی صحابی کو سربراہ وفد بنا کر بھیجا۔ (غزوہ کی جمع غزوات) اور (سریہ کی جمع سرایا ہے) ان میں سے بعض غزوات و سرایا میں جنگ ہوئی اور بعض میں سفارتی انداز میں قبائل کے ساتھ صلح کے معاہدے ہوئے۔ ان مہمات کا نتیجہ یہ نکلا کہ مدینہ کے یہودی قبائل جُہینہ بنوضمرہ اور دیگر قبائل کے ساتھ دوستانہ تعلق قائم ہوا۔ اس کی بدولت یہ ممکن ہو سکا کہ اسلام کی دعوت کو ان قبائل میں پھیلایا جا سکے۔

داعیوں کی شہادت

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ایک قبیلے کے سردار کی فرمائش پر ان مبلغین کو وہاں بھیجا جاتا۔ دو مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ دشمنوں نے انہیں بلا کر دھوکے سے شہید کر دیا۔ ایک مرتبہ سانحہ رجیع جس میں بنولحیان اور دوسری مرتبہ بئر معونہ میں ان مبلغین کو شہید کیا گیا۔ تاہم اکثر دعوتی مہمات کامیاب رہیں اور بہت سے لوگ دین میں داخل ہوئے۔ اس معاملے میں صحابۂ کرام نے جس دعوتی جذبے کا مظاہرہ کیا اس کی مثال نہیں ملتی۔ حتیٰ کہ جن قبائل

سے جنگ کا سامنا بھی ہوتا انہیں بھی پہلے اسلام کی دعوت دی جاتی۔

اس کے علاوہ بعض قبائل ایسے بھی تھے جن کے رشتے داروں نے مکی دور ہی میں اسلام قبول کرلیا تھا۔جس میں یمن کے بعض قبائل شامل تھے اسلام قبول کرنے والے صحابہ نے اپنے اپنے قبیلے میں دعوت وتبلیغ کا کام جاری رکھا اور یہاں بھی لوگ آہستہ آہستہ اسلام لاتے رہے۔اسی طرح حبشہ میں بھی دعوتی عمل جاری رہا اور یہاں بھی مسلم کمیونٹی پھلتی پھولتی رہی۔۶۲۸ء تک تقریباً ۶ ہزار افراد اسلام قبول کر چکے تھے۔

مدنی زندگی کا آخری دور

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی مدنی زندگی کے آخر میں ایسا کیا معاملہ پیش آ گیا تھا کہ اسلام کی دعوت اس تیزی سے پھیلی۔اگر ہم عہد بنوی کی سیاسی تاریخ کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت کے بعد پہلے چھ سال تک اسلام اگرچہ ایک بڑی سیاسی قوت بن چکا تھا مگر ابھی اسے عرب میں فیصلہ کن حیثیت حاصل نہ تھی۔عام عرب قریش کا احترام کرتے تھے اور ان کے نقطہ نظر کے مطابق کفار مکہ اور مدینہ ہجرت کرنے والے قبیلہ قریش ہی کے دو گروہ تھے جو کہ ان کے لیے یکساں قابل احترام تھے اسلام کی دعوت کی سادگی انہیں متأثر کر رہی تھی اور ان کے سوچنے سمجھنے والے لوگ اسلام میں داخل ہو رہے تھے اور ساتھ اپنے اپنے قبائل میں دعوت وتبلیغ کا کام کر رہے تھے بقیہ لوگ اس انتظار میں تھے کہ کفار مکہ اور مسلمانوں کی کشمکش کسی حتمی نتیجے تک پہنچ جائے۔

ان کا خیال تھا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں تو آپ فتح پا لیں گے اور یہی آپ کے سچا نبی ہونے کا ثبوت ہوگا۔صلح حدیبیہ کے بعد انہیں یقین ہو گیا تھا کہ اہل مکہ اب اسلام کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنیں گے۔اس لیے اس موقع پر اسلام کے پھیلاؤ میں تیزی آئی اور فتح مکہ کے بعد تو ان کی آنکھوں سے سب پردے ہٹ گئے اور یہ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو گئے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ آنے کے بعد مکہ میں دعوت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ تشریف آوری کے بعد بھی مکہ میں اسلام کی دعوت کا عمل جاری رہا اس میں خاص طور سے ان صحابہ نے اہم کردار ادا کیا جو کسی وجہ سے ہجرت کر کے مدینہ نہیں آ سکے تھے۔عہد نبوی کی جو نسل نوجوان ہوئی تو ان نوجوانوں نے جب یہ دیکھا کہ ان کے والدین اسلام کی شدید مخالفت کر رہے ہیں اور اس کے باوجود اسلام تیزی سے پھیلتا جا رہا ہے تو ان کے ذہنوں میں اپنے مذہب سے متعلق سوالات پیدا ہوئے۔

● دوسری طرف قرآن مجید ایک زندہ کتاب ان کے یہاں موجود تھی اور اس کی فصاحت وبلاغت نے شعر اور خطبات کے چراغ گل کر دیے تھے۔پھر انہوں نے یہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیوں کے عین مطابق اہل مکہ کو جنگ بدر میں شکست ہوئی اور ان کے تمام اسلام دشمن سردار مارے گئے۔جنگ اُحد میں بھی اگرچہ انہوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا مگر اسلام کا خاتمہ نہ کر سکے۔جنگ خندق میں بھی ان کی مہم ناکام رہی۔صلح حدیبیہ کے بعد رو مکہ میں اسلام کی مخالفت میں بتدریج کمی آئی۔

ابوسفیان کی بیٹی اور بیٹا کا اسلام

اہل مکہ کی قیادت اب ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی جو اگرچہ اسلام کے مخالف تھے مگر اتنے سخت نہیں تھے جس درجے میں ابوجہل اور ابولہب تھے۔پوری مکی زندگی میں حضرت ابوسفیان نے کبھی رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو نہیں ستایا تھا۔جنگ بدر کے بعد جب قیادت ان کے پاس آئی تو انہوں نے تین سال تک اسلام کی مخالفت کی لیکن اس کے بعد ان کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ان کی اپنی بیٹی سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہما بہت پہلے اسلام قبول کر کے حبشہ جا چکی تھیں۔ان کے شوہر کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر کے انہیں مدینہ بلا لیا تو حضرت ابوسفیان کی مخالفت ختم ہوگئی اور ان کے اپنے بیٹے

معاویہ رضی اللہ عنہ نے دل ہی دل میں اسلام قبول کرلیا اور صلح حدیبیہ کے موقع پر اسے رسول اللہ کے سامنے ظاہر بھی کیا۔

اہم لوگوں کے بیٹوں کا قبول اسلام

اہل مکہ کے جو لوگ دوسرے ممالک میں تجارت یا سفارت کے لیے جایا کرتے تھے وہ اس وقت اسلام سے بہت متاثر ہوئے جب انہوں نے یہ دیکھا کہ نجاشی اسلام قبول کر چکے ہیں اور قیصر روم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرعوب ہے۔ اسلام کے سخت دشمنوں ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل کے بیٹے خالد بن ولید اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے اسلام قبول کرلیا ہے اور دیگر سرداروں کے گھروں میں بھی اسلام داخل ہو چکا تھا۔ سہیل بن عمرو جو کہ حدیبیہ میں کفار کی جانب سے معاہدہ کرنے آئے تھے ان کے بیٹے ابو جندل رضی اللہ عنہما بھی اسلام قبول کر چکے ہیں۔

قحط سالی میں مدد

ایک زمانے میں مکہ میں قحط پڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھجوروں کے تھیلے بطور تحفہ بھیجے۔ اس سے بھی اہل مکہ کے دل پسیجے کہ اپنی قوم کے جس پیغمبر کی وہ شدت سے مخالفت کرتے رہے اور جنہیں ہر ممکن تکلیف انہوں نے پہنچائی وہ ان کا کتنا خیال کر رہے ہیں۔ فتح مکہ اہل مکہ کے کفر کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئی جو بغیر کشت وخون کے فتح ہوا۔

اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عجز وانکسار سے مکہ میں داخل ہوئے کہ آپ کا سر مبارک اُونٹنی کے کوہان سے ٹکرا رہا تھا۔ آپ نے اہل مکہ کو اکٹھا کر کے خطبہ دیا اور فرمایا: ''آپ لوگ مجھ سے کس سلوک کی توقع رکھتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا: آپ کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر میں وہی بات آپ لوگوں سے

کہوں گا جو حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی کہ لاتثریب علیکم الیوم۔ آج آپ پر کوئی سرزنش نہیں جایئے آپ آزاد ہیں۔ اس کے بعد اہل مکہ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو گئے''۔

عالمی سطح پر دعوت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت کی ابتدا ہی میں یہ واضح فرما دیا تھا کہ آپ کی دعوت کا اسلوب تمام نسل انسانیت تک محیط ہے قرآن مجید میں ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

ترجمہ: ''اور نہیں ہم نے بھیجا آپ کو، مگر تمام انسانوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''۔

(سورہ سبا آیت نمبر ۲۸)

● اس حقیقت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا ہے ''نبی کو اپنی قوم کی طرف ہی خاص طور پر بھیجا جاتا ہے مگر مجھے تمام انسانوں کی طرف عمومی طور پر بھیجا گیا ہے''۔

عہد نبوی میں صورتحال یہ تھی کہ جزیرہ نما عرب کے شمال مشرق اور شمال مغرب میں ایران اور روم کی دو بڑی قوتیں موجود تھیں۔ ان کے علاوہ کچھ چھوٹی ریاستیں بھی عرب کے گردنواح موجود تھیں۔ فطری طور پر اسلام کی دعوت کو پہلے انہی تک پہنچنا تھا اور اس کے بعد دیگر علاقوں میں اسے پہنچایا جانا تھا۔

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائی طور پر جزیرہ نما عرب اور اس کے گرد نواح کے حکمرانوں کو خطوط لکھے جن میں روم کا بادشاہ ہرقل ایران کا بادشاہ خسرو پرویز حبشہ کا بادشاہ نجاشی مصر کا بادشاہ مقوقس بحرین کا بادشاہ منذر بن ساوی یمامہ کا قبائلی لیڈر ہوذہ بن

علی عمان کے دو بادشاہ جیفر اور عبد اور غسان کا بادشاہ حارث شامل تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطوط کا دعوتی تجزیہ

رسول کریم ﷺ نے خطوط میں دین کی دعوت کس طرح سے دی گئی تھی ؟ دوسرے یہ کہ اُن حکمرانوں نے کیا ردعمل ظاہر کیا اور اس کے اسباب کیا تھے سب سے پہلے تو ہم ان خطوط کے مضامیں کا تجزیہ کرتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ ان خطوط کی دعوتی اہمیت کیا تھی۔ یہاں ہم بطور مثال تین خطوط پیش کر رہے ہیں۔ جو بالترتیب قیصر روم کسری ایران اور نجاشی کے نام لکھے گئے۔

حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ کی جانب سے حبشہ کے سربراہ نجاشی کے نام

اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی اختیار کرے

امابعد میں آپ کے سامنے اللہ کی حمد بیان کر رہا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جو قدوس اور سلام ہے امن دینے والا ہے اور محافظ و نگران ہے۔

میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ عیسی بن مریم اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں۔ اللہ نے پاکیزہ اور پاکدامن مریم بتول کی طرف ڈال دیا تھا اور اس کی روح اور پھونک سے مریم عیسیٰ کے لیے حاملہ ہوئیں۔ یہ بالکل ایسے ہی تھا جیسے اللہ نے آدمؑ کو براہ راست پیدا فرمایا۔ میں اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی جانب سے اور اس کی اطاعت کے لیے آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ ہم ایک دوسرے کی مدد کریں۔ میں آپ کو اس بات کی طرف بلاتا ہوں کہ آپ میری پیروی کیجیے اور جو کچھ میرے پاس آیا ہے اس پر ایمان لائیے کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں آپ اور آپ کے لشکر کو اللہ عزوجل کی طرف بلا رہا ہوں اور میں نے

خیر خواہی کے ساتھ پیغام پہنچا دیا ہے لہذا میری نصیحت قبول کیجیے۔ سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

روم کے بادشاہ ہرقل کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ کی جانب سے روم کے بادشاہ ہرقل کے نام

اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ہے۔

● وہ تنہا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں آپ کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں کیونکہ میں تمام انسانوں کی جانب اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں تاکہ جو شخص زندہ ہے اسے برے انجام سے خبردار کر دیا جائے اور کافروں پر حق بات کو واضح کر دیا جائے پس اگر آپ اسلام لے آئیں تو صحیح سلامت رہیں گے اور اگر آپ نے اس سے انکار کیا تو آپ پر مجوس کے گناہوں کا بوجھ ہوگا۔''

تجزیہ

● آپ دیکھ سکتے ہیں کہ نجاشی اور قیصر چونکہ عیسائی تھے۔ اس لیے انہیں لکھے گئے خطوط میں اہل کتاب کے ساتھ مشترک عقائد کی اپیل موجود ہے اس کے برعکس کسری چونکہ مجوسی مذہب سے تعلق رکھتا تھا اس لیے اس کو لکھے گئے خط میں یہ اپیل نہیں ہے۔ بلکہ فوکس اس بات پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی نوعیت علمی ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم نے ان خطوط میں مخاطب کی نفسیات اور بیک گراؤنڈ کا خاص خیال رکھا تھا جو کہ دعوتی حکمت عملی کا لازمی تقاضا ہے۔

خطوط کے تجزیہ سے چند سوالات

اگر ہم خالص دعوتی نقطہ نظر سے ان خطوط کا تجزیہ کریں تو چند سوال پیدا ہوتے ہیں:

۱۔ جب ایک اجنبی شخص کے سامنے ایک سی دین کی دعوت پیش کی جاتی ہے جس سے وہ ناواقف ہو تو خاصی تفصیل سے کام لیا جاتا ہے پھر دعوت کے نتیجے میں جو سوالات پیدا ہوتے ہیں ان کا جواب دیا جاتا ہے اور مخاطب کو ہر طرح سے مطمئن کیا جاتا ہے۔ ان بادشاہوں کو اتنے مختصر خطوط کیوں لکھے گئے جن میں بات واضح نہیں ہے اور ان کے سوالات کے جواب کیسے دیے گئے۔

۲۔ سوائے نجاشی کو لکھے گئے خط کے بقیہ خطوط کی زبان دعوتی نہیں ہے بلکہ اس میں کچھ الٹی میٹم سا محسوس ہوتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

۳۔ یہ خطوط ۶۲۹ء سے ۶۲۸ء یعنی ساتویں ہجری ہی میں کیوں لکھے گئے اس سے پہلے یا بعد میں کیوں نہیں؟

خطوط مختصر کیوں ہوتے تھے

۱۔ جہاں تک خطوط کے مختصر ہونے کا تعلق ہے تو اس کے جواب کے لیے ہمیں عہد قدیم کے سفارتی طریقوں کا جائزہ لینا پڑے گا۔ اس زمانے میں قاصد کی حیثیت محض پوسٹ مین یا ڈاکیے کی نہیں ہوا کرتی تھی بلکہ وہ ایک بااختیار اور صاحب علم و دانش سفیر ہوا کرتا تھا۔ خط کا مقصد صرف یہ ہوتا تھا کہ اس میں بنیادی بات کہہ دی جائے بقیہ تفصیلات قاصد کی زبانی پہنچائی جاتی تھیں۔

● جن صحابہ کو قاصد بنا کر بھیجا گیا وہ وہی تھے جن کے متعلقہ بادشاہوں کے دربار میں تعلقات تھے یہ نہایت ہی صاحب علم و دانش لوگ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے مشن سے اچھی طرح واقف تھے۔ خطوط پیش کرنے سے پہلے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا پورا تعارف کرایا اور اس کے بعد ہی خط پیش کیا۔ ضروری نہیں کہ یہ سب تفصیلات براہ راست بادشاہ ہی کو بتائی گئی ہوں بلکہ یہ سب کچھ متعلقہ عہدے داروں نے پہلے معلوم کر کے بادشاہ کو بتایا ہوگا۔ پھر بادشاہوں کے ذہنوں میں جو سوالات اٹھے ہوں گے ان کے جواب قاصدوں سے حاصل کیے ہوں گے۔ اس کے بعد خط پیش کرنے کی رسمی کاروائی کی گئی ہوگی۔

مؤرخین نے بعض قاصدوں کی تقاریر بھی نقل کی ہیں جو انہوں نے اس دعوت کا پیش خیمہ بیان کرتے ہوئے بادشاہوں کے دربار میں کیں اس کی مثالیں آگے آرہی ہیں۔

خطوط کی زبان

۲۔ یہ سوال کہ خطوط کی زبان دعوت سے زیادہ دھمکی بھری ہوتی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فریضہ نذیر کا تھا جس کا مطلب ہے خبردار کرنا۔ اللہ تعالیٰ کے قانون دینونت کے تحت پیغمبر کے براہ راست مخاطبین اگر ایمان نہ لائیں تو انہیں اسی دنیا میں سزا دے دی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بادشاہوں کو خبردار کیا کہ اگر وہ ایمان لے آئیں گے تو صحیح وسلامت رہیں گے ورنہ اسی دنیا میں انہیں سزا دے دی جائے گی۔ اہل کتاب چونکہ اللہ تعالیٰ کے اس قانون سے اچھی طرح واقف تھے اس وجہ سے قیصر روم کے یہ الفاظ صحیح بخاری میں نقل ہوئے ہیں جو کچھ آپ لوگ کہہ رہے ہیں اگر چہ یہ حق ہے تو پھر عنقریب یہ پیغمبر اس جگہ کے مالک ہو جائیں گے جو میرے ان دونوں قدموں کے نیچے ہے۔

خطوط پہلے کیوں نہیں لکھے گئے

جہاں تک ان خطوط کی ٹائمنگ کا تعلق ہے تو اس کی ایک خاص اہمیت تھی یہ خطوط

۶۲۸ء سے ۶۲۹ء یعنی ۶ سے ۷ ہجری میں بھیجے گئے۔ اس سے پہلے اسلام صرف مدینہ کی چھوٹی سی شہری ریاست پر مشتمل تھا اور اس کے فوراً بعد یہ ریاست صرف تین سال کے عرصے میں پورے جزیرہ نما عرب میں پھیلتی چلی گئی خطوط لکھے جانے کے زمانے میں مدینہ منورہ کی ریاست ایک مختصر سے رقبے پر محیط تھی جو مدینہ شہر اور اس کے اطراف میں زیادہ سے زیادہ سو دو سو کلومیٹر پر محیط تھا اس کے مقابلے میں جن بادشاہوں کو خطوط بھیجے گئے وہ سب کے سب بڑی بڑی سلطنتوں کے مالک تھے جو کہ لاکھوں مربع کلومیٹر پر مشتمل تھیں۔ اگر یہ خطوط پہلے بھیجے جاتے تو شاید قیصر و کسریٰ کے درباروں میں رسائی ہی نہ ہوتی اور انہیں سنجیدگی سے نہ لیا جاتا۔ اگر یہ بعد میں بھیجے جاتے تو ان بادشاہوں پر اتمام حجت یعنی آخری درجے میں حق کی وضاحت ہونا مشکل ہوتا۔

● اگر ہم اللہ تعالیٰ کے قانون دینونت اور خطوط میں دیے گئے الٹی میٹم نظر میں رکھیں تو یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ بادشاہ ان خطوط کو دیکھ کر چونک پڑے ہوں گے کہ ہم سے کہیں چھوٹی ریاست کا سربراہ ہمیں اس نوعیت کے خطوط لکھ رہا ہے اور ساتھ یہ پیشین گوئی کر رہا ہے کہ وہ عنقریب اپنے مخاطبین پر نہ صرف غالب آنے والا ہے بلکہ روم و ایران کی فتح کی پیشین گوئیاں اپنے ساتھیوں کو سنا رہا ہے۔

ان خطوط کے صرف تین سال کے عرصے میں جب رسول اللہ صلی اللہ کو عرب میں غلبہ حاصل ہو گیا اور آپ کی پیشین گوئی پوری ہوگئی تو یہ اس بات کا بالکل واضح ثبوت تھا کہ آپ خدا کے سچے رسول ہیں۔ خطوط بھیجے جانے کا مقصد یہی محسوس ہوتا ہے کہ یہ بادشاہوں پر اتمام حجت ہوگا کہ ان سے اللہ کا ایک سچا رسول مخاطب ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جن بادشاہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ انہیں اسی دنیا میں یہ سزا دی گئی کہ وہ اپنی سلطنتوں سے محروم ہو گئے اور جنہوں نے اس دعوت کو قبول کیا انہیں اسی دنیا میں سرفرازی حاصل رہی۔

خطوط پر بادشاہوں کا ردعمل

ان بادشاہوں کا ردعمل ملا جلا تھا۔ پہلے ہم اس کا خلاصہ بیان کریں گے اور پھر ایک ایک بادشاہ کو لے کر اس کی تفصیل بیان کریں گے۔

(۱) حبشہ بحرین اور عمان کے بادشاہوں نے اسلام قبول کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے اپنے علاقوں کی حکومت پر برقرار رکھا۔

(۲) روم اور مصر کے بادشاہ احترام سے پیش آئے اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحفے بھی بھیجے۔ اس وقت اہل مکہ کا ایک قافلہ حضرت ابوسفیان کی قیادت میں شام آیا ہوا تھا۔ قیصر روم ہرقل نے انہیں بلا کر ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوال کیے اور اس بات پر مطمئن ہو گیا کہ آپ سچے رسول ہیں تاہم اپنے ساتھیوں کی ناراضگی کے سبب ایمان نہیں لایا۔

(۳) یمامہ کے حاکم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائش کی کہ اگر اسے اقتدار میں شریک کر لیا جائے تو وہ ایمان لانے کے لئے تیار ہے مگر اس غیر مخلصانہ پیشکش کو رسول اللہ ﷺ نے قبول نہیں فرمایا۔

(۴) ایران کے بادشاہ نے بہت بدتمیزی کی آپ ﷺ کے خط مبارک کو چاک کر دیا اور یمن کے ایرانی گورنر کو حکم دیا کہ وہ مدینہ پر حملہ کر دے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کر کے اس کے سامنے پیش کرے۔

(۵) غسان کے بادشاہ نے بھی بدتمیزی کی اور مدینہ پر حملہ کا ارادہ ظاہر کیا۔

نجاشی شاہ حبشہ کا حال

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ حبشہ نجاشی جن کا اصلی نام اصحمہ تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے خصوصی لگاؤ تھا اور انہوں نے مسلم مہاجرین کو پناہ دے کر

آپ کی عملی حمایت کر رکھی تھی۔نجاشی ایک لقب تھا اور حبشہ کا ہر بادشاہ نجاشی ہی کہلاتا تھا۔مسلم مہاجرین نے اس کا بدلہ یہ دیا کہ کچھ ہی عرصے بعد نجاشی کی اپنے دشمنوں سے جنگ چھڑ گئی۔اس میں مسلمانوں نے نجاشی کی بھرپور حمایت کی اور عملی امداد کا یقین دلوایا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نامہ مبارک حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا۔حضرت عمرو کے زمانہ جاہلیت ہی سے نجاشی اور ان کے خاندان سے گہرے تعلقات تھے۔انہوں نے نجاشی کے سامنے جو تقریر کی اس کا متن یہ ہے:

حضرت عمرو بن امیہ ضمری ؓ کی تقریر

"اے بادشاہ! میرے ذمہ حق بات پہنچا دینا ہے اور آپ کے ذمہ حق بات سننا۔اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ پچھلے عرصے سے ہم پر آپ کی شفقت اور محبت کا یہ عالم ہے کہ گویا آپ اور ہم ایک ہی ہیں۔ہم کو بھی آپ پر اس درجے میں اعتماد ہے کہ ہم آپ کو کسی طرح خود سے الگ نہیں سمجھتے۔ہم نے جس بھلائی کی امید کی وہ پائی اور جس خطرے کا اندیشہ کیا اس سے محفوظ رہے ہماری طرف سے آپ کے لیے حضرت آدم کی تخلیق ایک قطعی دلیل ہے۔یعنی جس قدرت کے کرشمہ ساز ہاتھوں نے حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو بغیر والدین کے مٹی سے پیدا کر دیا اسی نے حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کو بغیر باپ کے ماں کے پیٹ سے پیدا کر دیا۔اللہ کے نزدیک عیسی کی مثال آدم کی سی ہے آدم کو اس نے مٹی سے پیدا کیا اور پھر ان سے کہا زندہ ہو جاؤ تو وہ ہو گیا"۔

● ہمارے اور آپ کے درمیان انجیل وہ گواہ ہے جس کی گواہی کبھی مسترد نہیں ہو سکتی۔یہ وہ حاکم ہے جس سے ظلم کا امکان نہیں اس نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی میں خیر و برکت اور فضیلت و بزرگی حاصل ہو سکتی ہے۔

● اے بادشاہ! اگر آپ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہ کی تو نبی امی کا انکار آپ کے لیے اسی طرح باعث وبال ہوگا جیسا کہ یہود کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ

والسلام کا انکار ثابت ہوا۔میری طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اور بھی بادشاہوں کی طرف اسلام کی دعوت کے سفیر گئے ہیں مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ سے جو امید ہے ویسی کسی اور سے نہیں ہے انہیں دوسروں سے جس بات کا اندیشہ ہے آپ کے بارے میں انہیں مکمل اطمینان ہے کہ آپ اپنے اور اپنے خدا کے درمیان گزشتہ نیکیوں اور آئندہ کے اجر و ثواب کا خیال رکھیں گے۔

نجاشی اصحمہ نے جب حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہما کی یہ تقریر سنی تو جواب میں کہا:

نجاشی اصحمہ کا جواب

عمرو! واللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے وہی جلیل القدر پیغمبر ہیں جن کی آمد کا انتظار اہل کتاب کر رہے ہیں بے شک موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا گدھے کی سواری کرنے والے عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی بشارت دینا بالکل اسی طرح ہے جیسا کہ عیسیٰ نے اونٹ کی سواری کرنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی ہے دونوں میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہے اور میرے لیے آپ کا براہ راست مشاہدہ اور دوسرے کی دی ہوئی خبر برابر ہیں۔مگر اہل حبشہ میں میرے مددگار بہت کم ہیں۔اس لیے آپ مجھے اتنی مہلت دیجئے کہ میں اپنی قوم میں اپنے مددگار اور ان کے دلوں میں نرمی پیدا کر لوں۔

خط کا احترام

نجاشی اصحمہ رضی اللہ عنہ نے نامہ مبارت کا اتنا احترام کیا کہ اسے چوم کر سر پر رکھا اور پھر تخت سے نیچے اتر کر مترجم سے اس خط کو سنا۔اس کے بعد انہوں نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔اگرچہ حبشہ میں بعض عیسائی اسلام قبول کر چکے تھے مگر اکثریت ابھی سختی سے اپنے مذہب پر قائم تھی۔انہوں نے بغاوت کا ارادہ کیا تو حضرت اصحمہ نے حکمت عملی سے اپنے اسلام کو ان سے چھپا لیا اور اس طرح

بغاوت کا یہ خطرہ ٹل گیا۔

اصحمہ نے اپنے بیٹے کو ۶۰ ساتھیوں کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا مگر راستے میں طوفان سے یہ کشتیاں ڈوب گئیں اور یہ سب لوگ وفات پا گئے۔اس وقت حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بھی قریش کے سفیر کے طور پر وہاں آئے ہوئے تھے نجاشی نے انہیں بھی ایمان لانے پر قائل کیا اور اس کے چھ ماہ بعد حضرت عمرو بن عاص بھی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کے ساتھ مدینہ حاضر ہو کر ایمان لے آئے۔

نجاشی کی نماز جنازہ

اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت اصحمہ کا انتقال ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ مدینہ میں پڑھائی اور فرمایا ایک نیک شخص کا انتقال ہو گیا ہے اٹھیے اور اپنے بھائی اصحمہ کی نماز جنازہ پڑھیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے نجاشی کو بھی دعوتی خط لکھا جس کا مضمون کم وبیش وہی تھا جو کہ قیصر روم کو لکھے گئے خط کا تھا۔اس نجاشی کے ردعمل کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا ہے تاہم محسوس ہوتا ہے کہ دوسرے نجاشی نے بھی دوستانہ رویہ اختیار کیا۔اسی وجہ سے نبی کریم نے اپنے صحابہ کو یہ حکم دیا کہ وہ حبشہ پر اس وقت تک حملہ نہ کریں جب تک اہل حبشہ خود مسلمانوں سے جنگ نہ کریں۔نجاشی کے اس ردعمل کے سبب اہل حبشہ کو یہ استثنا دیا گیا اور یہاں صحابۂ کرام نے لشکر کشی نہیں کی۔

(۲) قیصر روم (ہرقل) کا حال

قیصر روم کا نام ہرقل تھا۔یہ نہ صرف بادشاہ تھا بلکہ تورات وانجیل کا بڑا عالم بھی تھا۔اسی وجہ سے یہ اللہ تعالیٰ کے قانون دینونت سے اچھی طرح آگاہ تھا۔اس نے ایران کی عظیم سپر پاور کو شکست دے کر رومن ایمپائر کے علاقے آزاد کروائے تھے۔اس کے

زمانے میں رومن ایمپائر موجودہ یونان ترکی شام لبنان فلسطین اردن عراق لیبیا الجیریا تک پھیلی ہوئی تھی۔اور مصر بھی اسی کا ایک نیم خود مختار صوبہ تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک لے کر حضرت دحیہ کلبیؓ گئے اور پہلے جنوبی شام کے گورنر سے ملاقات کی۔اس نے آپ کو قیصر کے پاس بھجوا دیا جو کہ اس وقت زیارت کی غرض سے بیت المقدس یروشلم آیا ہوا تھا۔

قیصر روم (ہرقل) کی تحقیق

قیصر روم کو جب حضرت دحیہ نے تفصیلات بتائیں تو اس نے تحقیق کی غرض سے حکم دیا کہ کوئی عرب باشندے یہاں ہوں تو انہیں حاضر کیا جائے۔اس وقت حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ ایک تجارتی قافلہ لے کر وہاں آئے ہوئے تھے۔آپ ابھی ایمان نہیں لائے تھے اور کفار مکہ کے سربراہ تھے۔

صحیح بخاری میں انہی کی بیان کردہ روایت موجود ہے کہ انہیں ان کے ساتھیوں سمیت ہرقل کے دربار میں لایا گیا ہرقل نے پوچھا آپ لوگوں میں پیغمبری کا دعوی کرنے والے ان صاحب کے قریبی رشتہ دار کون ہیں۔اس پر حضرت ابوسفیان آگے بڑھے اور ہرقل نے اپنے مترجم کے ذریعے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب اخلاق کردار پیروکاروں اور جدوجہد کے متعلق سوالات کیے اور پھر کہا۔

● میں نے ان صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاندانی شرافت کے متعلق اس لیے پوچھا کہ پیغمبر ہمیشہ محترم سمجھے جانے والے خاندان ہی میں پیدا ہوتے ہیں۔میں نے یہ جو پوچھا کہ ان کے خاندان میں کسی نے پہلے نبوت کا دعوی کیا ہے تو آپ نے بتایا کہ نہیں۔اگر آپ ہاں کہتے تو میں سمجھ لیتا کہ یہ صاحب اپنے خاندان کے دعوی کی تقلید کر رہے ہیں۔

● میں نے یہ پوچھا کہ ان کے خاندان میں کوئی بادشاہ گزرا ہے تو آپ نے اس کا بھی نفی میں جواب دیا۔اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ یہ اپنے آباؤ اجداد کی حکومت

کے طالب ہیں۔

●میں نے یہ پوچھا کہ اس سے پہلے آپ لوگوں نے کبھی ان پر جھوٹ کا الزام لگایا ہے تو آپ نے کہا نہیں میں اس بات کو جان گیا ہوں کہ جو شخص لوگوں کے بارے میں جھوٹ نہیں بولتا وہ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھ سکتا ہے۔

●میں نے آپ سے یہ پوچھا کہ طاقتور لوگ ان کی پیروی کر رہے ہیں یا کمزور تو آپ نے کہا کہ کمزور۔ رسولوں کے ابتدائی پیروکار ایسے ہی ہوتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ وہ بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں تو آپ نے بتایا کہ بڑھ رہے ہیں۔ ایمان کا معاملہ ایسا ہی ہوتا ہے اور یہ تکمیل تک بڑھتا ہے۔

●میں نے آپ سے یہ پوچھا کہ کیا کوئی شخص ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد اس سے نفرت کے سبب نکل گیا ہے تو آپ نے کہا کہ نہیں۔ ایمان کا معاملہ بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ وہ دل میں اطمینان پیدا کرتا ہے۔

●میں نے آپ سے پوچھا کہ کیا وہ کبھی وعدہ خلافی کرتے ہیں تو آپ نے بتایا کہ نہیں رسول ایسے ہی ہوتے ہیں اور کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتے۔

●میں نے آپ سے ان کی تعلیمات کے بارے میں پوچھا تو آپ نے بتایا کہ وہ اللہ کی عبادت کی تلقین کرتے ہیں اور شرک کرتے ہیں بتوں کی عبادت سے روکتے ہیں۔ آپ لوگوں کو نماز سچائی اور عفت وعصمت کی تلقین کرتے ہیں۔

●جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں اگر وہ سچ ہے تو عنقریب وہ اس مقام کے مالک ہوں گے جو اس وقت میرے قدموں تلے ہے۔ میں جانتا تھا کہ وظاہر ہونے والے ہیں لیکن یہ نہیں سمجھتا تھا کہ وہ آپ لوگوں میں سے ہوں گے۔ اگر میں یہ جانتا تو خود کو ان کی خدمت کے لیے وقف کر دیتا اور ان سے ملنے کے لیے مشقت برداشت کرتا۔ اگر میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے پاؤں دھوتا۔

ابوسفیان کی حیرانی

●ہرقل کی اس گفتگو سے ابوسفیان بڑے متأثر ہوئے اور کہنے لگے ابن ابی کبشہ کا معاملہ تو بڑا اپھیل گیا ہے کہ رومیوں کا بادشاہ بھی ان سے خوفزدہ ہے۔ اس کے بعد ہرقل نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو قسطنطنیہ بھیجا تاکہ وہ وہاں کے پوپ کو دعوت دیں۔ انہوں نے جب حضرت دحیہ سے گفتگو کی تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ وعلیہ وسلم کی سچائی کا یقین ہو گیا۔ انہوں نے دیگر پادریوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت کی جس پر وہ سب ان پر پل پڑے اور انہیں شہید کر دیا۔ ہرقل نے بھی کوشش کی کہ وہ اپنے عمائدین سلطنت کو قبول اسلام پر قائل کر سکے مگر انہوں نے شدید مخالفت کی جس کی وجہ سے ہرقل نے قبول اسلام کا ارادہ ترک کر دیا اس کے کچھ عرصہ بعد ہرقل جنگ موتہ میں ایک لشکر مسلمانوں کے مقابلے پر لے آیا۔ صرف چند برس کے بعد ۶۳۶ء سے ۶۵۰ء یعنی ۱۴ سے ۲۷ ہجری میں ہرقل کو اپنے ایشیائی اور افریقی مقبوضات سے ہاتھ دھونا پڑے۔

(۳) مصر کے بادشاہ مقوقس کا حال

مصر کے بادشاہ کو مقوقس کہا جاتا تھا۔ یہ قیصر روم کے ماتحت ایک نیم خودمختار بادشاہ تھا۔ اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ مقوقس نے ان سے متعدد سوالات کیے ان کے ساتھ احترام سے پیش آیا اور ان کی بہت خاطر مدارت کی۔ واپسی پر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ایک خط بھیجا اور اس کے ساتھ ہی دو معزز خواتین اور بہت سے تحفے بھیجے۔

●حضرت حاطب کی دعوت کے نتیجے میں ان خواتین نے اسلام قبول کیا ان میں سے ایک خاتون سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر لیا اور انہیں امہات المومنین میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ تاہم مقوقس نے اسلام قبول

اس وجہ سے نہ کیا کہ وہ قیصر روم کا تابع تھا اور اس کی مخالفت مول نہیں لینا چاہتا تھا۔

● جب مسلم افواج نے شام فتح کیا تو مصر میں تھوڑی سی نمائشی مزاحمت کے بعد مقوقس نے اسے مسلمانوں کے حوالے کر دیا اور اپنی قوم کے لیے امان چاہی۔ فاتح مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے انہیں پوری قبطی قوم کو امان دے دی اور اس طرح مصر معمولی سی مزاحمت کے بعد اسلام کے دائرے میں داخل ہو گیا۔

● ان تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ تینوں عیسائی بادشاہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصدوں کا احترام کیا مگر سوائے حضرت اصحمہ رضی اللہ عنہ کے کسی اور کو ایمان لانے کی توفیق نہ ہوئی۔

(۴) شاہان غسان کا حال

اہل غسان اصلاً عرب ہی تھے مگر انہوں نے عیسائی مذہب اختیار کر رکھا تھا اور یہ قیصر روم اور عربوں کے درمیان ایک اپنی حکومت چلا رہے تھے اور قیصر کے حلیف تھے ان کی حکومت موجودہ سعودی عرب کے انتہائی شمالی اور اردن کے جنوبی علاقوں پر قائم تھی اور اس کی حیثیت رومن ایمپائر کے ایک نیم خود مختار صوبہ کی تھی ان میں سے ایک حاکم حارث نے بدتمیزی کی اور مدینہ پر حملے کی تیاریاں کرنے لگا مگر قیصر روم نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا۔ دوسرے حاکم جبلہ بن ایہم نے قاصد کی خاطر مدارت کی اور اسلام میں دلچسپی کا اظہار کیا۔ یہ شخص ایمان بھی لے آیا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک معمولی واقعے سے دلبر داشتہ ہو کر مرتد ہو گیا اور قیصر روم کے پاس چلا گیا۔

کسریٰ شاہ ایران یعنی ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کا حال

شاہ ایران خسرو پرویز r.590-628 کو حضرت عبداللہ بن حذیفہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک پہنچایا۔ اس نے نہایت ہی بدتمیزی کی اور تکبر سے

پیش آیا اس کے زمانے میں یمن ایران کے ماتحت تھا۔ خسرو نے یمن کے وائسرائے باذان کو لکھا کہ وہ دو افراد بھیج کر تحقیق کروائے۔ باذان کے یہ دونوں قاصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو آپ نے انہیں خبر دی کہ خسرو کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کر دیا ہے۔ یہ دونوں واپس باذان کے پاس آئے تو ان کی اطلاعات سے باذان کو یقین ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں چنانچہ وہ ایمان لائے اور اس طرح یمن اسلامی حکومت کے تحت آ گیا۔ چند ہی سال بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایران فتح ہو کر عالم اسلام میں داخل ہو گیا اور کسریٰ کی حکومت کا مکمل خاتمہ ہو گیا۔

جزیرہ نما عرب کے بادشاہوں کا حال

جزیرہ نما عرب کے مختلف علاقوں میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم تھیں۔ ان میں وسط عرب میں یمامہ مشرقی عرب میں بحرین عمان اور یمن کے علاقے کی بعض چھوٹی موٹی ریاستیں تھیں۔ یمن کے بعض ساحلی علاقوں پر اگرچہ ایران کا کنٹرول تھا لیکن اندرونی علاقوں میں کچھ مقامی ریاستیں تھیں یمامہ کے حکمران نے اس شرط پر اسلام قبول کرنے کا وعدہ کیا تھا کہ اسے بھی حکومت میں شریک کیا جائے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول نہیں فرمایا۔ بحرین کے حاکم منذر بن ساوی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا۔ یہ موجودہ جزیرہ بحرین نہیں بلکہ سعودی عرب کے مشرقی علاقے پر مشتمل علاقہ تھا۔

عمان پر دو بھائیوں جیفر اور عہد کی حکومت تھی۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا اور ان کی کوششوں سے ان دونوں بھائیوں نے اسلام قبول کرلیا۔

یمن کے بعض علاقوں پر اب بھی حمیری بادشاہوں کی نسل کے بعض سرداروں کی حکومت تھی ان میں ذوالکلاع ذوعمرو اور مالک بن مرار نامی سردار ایمان لائے یمن کے مشہور شہر حضرت مُوت کے سردار وائل بن حجر بھی مدینہ حاضر ہو کر ایمان لائے۔

اسلام قبول نہ کرنے والوں کے ساتھ فوجی کاروائی

یہاں یہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن بادشاہوں نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی دعوت کو قبول نہ کیا ان کے خلاف فوجی کاروائی کیوں کی گئی کیا اس طرح اسلام تلوار سے نہیں پھیلایا گیا۔اس کے لیے ہمیں ایک بار پھر قانون فطر کے چند پہلوؤں کو سمجھنا ہوگا۔

● ہم پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تعالی کے قانون فطرت کے مطابق رسول کے براہ راست مخاطبین کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ اتمام حجت کے بعد ان پر عذاب آجاتا ہے۔اتمام حجت کا مطلب ہے کہ دلائل کی مدد سے رسول کی رسالت کو اس درجے میں واضح کر دیا جائے کہ انکار کرنے والوں کے پاس سوائے ضد اور ہٹ دھرمی کے اور کوئی دلیل نہ بچے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب میں غلبہ حاصل ہو گیا تو یہ اس بات کا واضح ثبوت تھا کہ آپ اللہ تعالی کے سچے پیغمبر ہیں۔ان میں سے خاص کر اہل کتاب بادشاہ تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے قائل ہو چکے تھے۔جنہوں نے مان لیا انہیں ان کی حکومتوں پر برقرار رکھا گیا اور جنہوں نے نہیں مانا انہیں اسی دنیا میں سزا یہ ملی کہ ان کے علاقوں سے انہیں محروم کر دیا گیا۔

● اس کی دوسری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس دور میں مذہبی جبر کا غلبہ تھا۔کسی شخص کے لیے یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ اپنے بادشاہ کے مذہب کو چھوڑ کر کوئی اور مذہب اختیار کرے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کا مقصد اس وقت کی متمدن دنیا کے مرکز میں ایک ایسی ریاست کا قیام تھا جہاں پر ہر شخص اپنے عقیدے اور مذہب کے مطابق زندگی بسر کر سکے اور اگر کوئی اسلام قبول کرنا چاہے تو اسے کسی رکاوٹ کا سامنا نہ کرنا پڑے۔یہی وجہ ہے کہ پرانی بادشاہتوں کو ختم کر کے ان کی جگہ ایک دینی ریاست قائم کی گئی۔

● مفتوحہ علاقوں میں کسی شخص کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا۔اس کا زندہ ثبوت شام اردن اور عراق میں رہنے والے وہ غیر مسلم ہیں جو آج تک وہاں آباد ہیں

ہاں یہ ضرور تھا کہ اسلام قبول کرنے کی راہ میں جو حکومتی جبر حائل تھا اس کا قلع قمع تلوار کے ذریعے کیا گیا یعنی ہر شخص کو اپنی مرضی کے مطابق جینے کا حق دیا گیا اور عقیدے کے معاملے میں اسے پورا اختیار تھا۔

دعوت نہ قبول کرنے والوں کو سزا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام پر ایمان نہ لانے والوں کو اسی دنیا میں سیلاب کے ذریعے ڈبو دیا گیا اور حضرت ہود، صالح، لوط، اور شعیب علیہم الصلوۃ والسلام کی اقوام مختلف آسمانی لشکروں جیسے زلزلے تیز آندھی پتھروں کی بارش اور اس نوعیت کی آفات کا شکار ہو گئیں۔

یہی معاملہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ہوا۔حضرت موسیٰؑ کے مقابلے پر آنے والا فرعون غرق ہوا۔ان تمام پیغمبروں کے پیروکاروں کو دنیا ہی میں سرفرازی عطا کی گئی جو ان کے نیک اعمال کی جزا تھی۔

بنی اسرائیل کو سزا

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ نے ایک اضافی انتظام یہ فرمایا کہ ان کی اولاد اور پیروکاروں کو دنیا ہی میں جزا و سزا کا نمونہ بنا دیا۔چنانچہ ہم تاریخ میں بنی اسرائیل کے یہاں دیکھتے ہیں کہ انہوں نے جب بھی نیکی کی روش اختیار کی انہیں اسی دنیا میں جزا دی گئی۔

حضرت داؤد علیہا الصلوۃ والسلام کے زمانے میں ان کی خوشحالی کا عالم یہ تھا کہ وقت کی بڑی بڑی طاقتیں انہیں رشک کی نگاہ سے دیکھتی تھیں۔پھر جب بنی اسرائیل نے برائی کا راستہ اختیار کیا تو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سامنا کرنا پڑا جس نے یروشلم کی اینٹ سے اینٹ بجا دی پھر جب انہوں نے توبہ کا راستہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے سائرس

اعظم کی شکل میں ایک بہترین مددگار انہیں عطا کیا اور یہ ایرانی سرپرستی میں اطمینان سے رہنے لگے۔

اس کے بعد پھر ان میں بگاڑ پیدا ہوا تو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی نشانی بن کر ان کے پاس آئے اور جب انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو جھٹلایا تو رومیوں نے ایک بار پھر یروشلم کو تباہ کر کے یہودیوں کو پوری دنیا میں جلاوطن کر دیا۔

بعینہ یہی معاملہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں پیش آیا۔ آپ کی سیرت طیبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل شروع سے یہی بات اہل مکہ کے سامنے رکھی کہ اگر یہ آپ پر ایمان لا کر آپ کا ساتھ دیں گے تو رومن اور ایرانی ایمپائرز کو ان کے ماتحت کر دیا جائے گا اور اگر ایمان نہیں لائیں گے اور کفر کی روش اختیار کریں گے تو انہیں اسی دنیا میں سزا کا سامنا کرنا ہوگا۔ کفار مکہ نے اس پیشین گوئی کا مذاق اڑا دیا اور کہا کہ اگر آپ سچے ہیں تو عذاب لے آیئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٢﴾ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿٣٣﴾ وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَهُ ۚ إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٤﴾

ترجمہ: ”اور جب کہا تھا (کافروں نے) اے اللہ! اگر ہے یہ (قرآن) واقعی سچا تیری طرف سے، تو برسا تو ہم پر پتھر آسمان سے یا لے آ ہم پر عذاب دردناک۔ اور نہیں ہے اللہ، کہ عذاب دے انہیں، جبکہ آپ

(بھی) اُن میں موجود ہوں اور نہیں ہے اللہ اُن کو عذاب دینے والا، جبکہ وہ استغفار کرتے ہوں۔ اور (اب) کیا بات ہے ان کے لئے کہ عذاب دے اُن کو اللہ جبکہ وہ روکتے ہیں مسجد حرام سے، حالانکہ نہیں ہیں وہ اس کے متولی، نہیں ہیں اس کے متولی مگر متقی لوگ ہی اور لیکن اُن کے اکثر نہیں جانتے“۔ (سورہ الانفال آیت نمبر ۳۲ سے ۳۴ تک)

عذاب کی پہلی شکل

کفار مکہ کے اس مطالبے پر ایک خاص وقت کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم دیا اور اس کے ڈیڑھ سال بعد ہی جنگ بدر کی صورت میں اس عذاب کی پہلی شکل نازل ہوئی جس کے نتیجے میں کفار مکہ کی پوری لیڈرشپ کا صفایا ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے کسی آسمانی آفت کی صورت میں عذاب نازل فرمانے کے بجائے یہ اہتمام کیا کہ یہ عذاب آپ کے صحابہ کی تلواروں کے ذریعے نافذ ہوا۔

اس طرح جانی نقصان کے عذاب کا مقصد یہ تھا کہ ایک طرف تو ان کفار کی لیڈرشپ عبرت کا نشان بنے کہ جن لوگوں کو وہ حقیر سمجھتے تھے انہی ہاتھوں وہ برباد ہوئے اور دوسرے ان کے عام لوگوں کو اندازہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کس کے ساتھ ہے۔ قرآن مجید میں یہی بات واضح فرما دی گئی۔

قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ ﴿١٤﴾ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ ۗ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٥﴾

ترجمہ: ”تم ان سے لڑو کہ عذاب دے انہیں اللہ، تمہارے

ہاتھوں سے اور رُسوا کرے انہیں اور مدد کرے تمہاری اُن کے مقابلے پر اور ٹھنڈے کرے سینے ان لوگوں کے جو مومن ہیں۔ اور وہ دور کر دے غصہ اُن کے دلوں کا اور توفیق دے گا توبہ کی اللہ جسے چاہے اور اللہ خوب جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے''۔(سورہ التوبہ آیت نمبر ۱۴، ۱۵)

عذاب کی آخری قسط

جنگ بدر کے بعد ہر موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر اور آپ ﷺ کے صحابہ کی مدد فرمائی اور ہم دیکھتے ہیں کہ چند برس ہی میں پورے کا پورا عرب اسلام کے دائرے میں داخل ہو گیا۔ ۹ ہجری میں اس عذاب کی آخری قسط نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ کفار عرب کے لیے سوائے موت یا اسلام کے اور تیسرا راستہ موجود نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس عذاب کی تفصیلات سورۃ توبہ میں بیان ہوئی ہے اور وہاں کفار عرب پر فرد جرم عائد کی گئی ہے۔ ارشاد ہے:

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝١ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝٢ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْۗءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ڏ وَرَسُوْلُهٗ ۭ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۭ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝٣ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْــــًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝٤

ترجمہ: ''اعلان برأت ہے اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے ان مشرکین کے لیے جن سے آپ لوگوں نے معاہدے کیے تھے۔ اے مشرکین تم لوگ چار ماہ تک اور چل پھر لو لیکن یہ جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے ہو اور اللہ منکرین حق کو رسوا کرنے والا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے طرف سے تمام لوگوں کے لیے حج اکبر کے دن اطلاع عام ہے کہ اللہ مشرکین سے بری الذمہ ہے اور اس کا رسول بھی۔ اب اگر تم لوگ توبہ کر لو تو یہ تمہارے ہی لیے بہتر ہے اور منہ پھیرنے والے بھی اچھی طرح سمجھ لیں کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔
اے نبی انکار کرنے والوں کو سخت عذاب کی خبر سنا دیجیے ان باتوں کا اطلاق ان لوگوں پر نہیں ہوتا جن مشرکین سے آپ لوگوں نے معاہدے کیے تھے اور انہوں نے اپنے وعدے کو پورا کرنے میں آپ لوگوں کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی اور نہ آپ کے خلاف کسی کی مدد کی ہے۔ تو ایسے لوگوں کے ساتھ آپ بھی معاہدے کی مدت تک وعدہ پورا کیجیے کیونکہ اللہ متقین کو پسند فرماتا ہے''۔(سورہ توبہ آیت نمبر ا سے ۴)

فرد جرم

اس سورہ کا لب و لہجہ کتنا سخت ہے اور اس میں گویا فرد جرم پڑھ کر سنائی جا رہی ہے اور مختلف گروہوں کی آخرت کی سزا کے ساتھ ساتھ اسی دنیا کی سزا بیان ہو رہی ہے۔ ان گروہوں میں مشرکین عرب اہل کتاب اور منافقین شامل تھے۔ دوسری طرف اہل ایمان کی جزا بھی اسی سورت میں بیان فرما دی گئی ہے۔ انہیں آخرت میں جنت کے علاوہ اسی دنیا میں غلبے کی بشارت بھی دے دی گئی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا پسندیدہ دین قبول کرنے پر اللہ کی رضا حاصل ہوتی

ہے اور دنیا وآخرت کی کامیابی نصیب ہوتی ہے اللہ تعالیٰ تمام انسانیت کو ہدایت نصیب فرمائے۔ والسلام

محمد سرور فاروقی ندوی
دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
۲۱/۱۱/۲۰۱۷ء

غیر مسلم بھائیوں کے مطالعہ کے لئے مفید کتابیں

(درج ذیل ترتیب کے مطابق مفتی محمد سرور فاروقی ندوی کی ہندی تصانیف)

۱۔ سرشٹی کا سرشٹا کون؟	25	۱۴۔ توحید کی حقیقت (قرآن وسنت کی روشنی میں)	40
۲۔ مانوا ایکتا اور شانتی سندیش	30	۱۵۔ جہاد آتنکوواد اور اسلام	180
۳۔ اذان کیا ہے؟	30	۱۶۔ جنت کے حالات اور جنتی (قرآن وسنت کی روشنی میں)	100
۴۔ پراکرتک نیم اور انسان کا پرمیشور سے سمبندھ	30	۱۷۔ اسلام دھرم کیا ہے؟ (قبول حق کے بعد اسلامی کورس)	250
۵۔ مانوکلیان سمبندھی اُپدیش	30	۱۸۔ پوتر قرآن کا سندیش انسانی دنیا کے نام	20
۶۔ اسلام دھرم تلوار سے پھیلا یا سداچار سے	60	۱۹۔ قرآن کا پیغام (پارہ عمّ ترجمہ اور تشریح)	180
۷۔ انتم سندیشٹا کہاں کب اور کون؟	150	۲۰۔ قرآن کا پیغام (قرآن کا آسان ہندی ترجمہ)	130
۸۔ اسلامی راجیہ کی شاسن ویوستھا	60	۲۱۔ تفسیر فاروقی (قرآن کی ہندی تفسیر سات جلدوں میں)	4200
۹۔ جہاد اور آتنکواد میں انتر	30	۲۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک اور آپ کی سنتیں	80
۱۰۔ غیر مسلموں کے ساتھ ویوہار (ایتیہاسک درشٹی سے)	60	۲۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی	35
۱۱۔ کفر اور شرک کی حقیقت (قرآن وسنت کی روشنی میں)	90	۲۴۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں	50
۱۲۔ اسلام؟	10	۲۵۔ اسلامی وراثت کی تقسیم	30
۱۳۔ لا الہ الا اللہ کی گواہی	20		

غیر مسلموں میں دعوت کا کام کرنے والوں کے لئے معاون کتابیں

۱۔ اعمال کو باطل کرنے والی چیزیں اور نیت کی اہمیت	30	۱۴۔ تفسیر فاروقی (قرآن کی ہندی تفسیر ۷ جلدوں میں)	4200
۲۔ خالق کائنات اور ہمارا اس سے تعلق	30	۱۵۔ امت محمدیہ کی عزت کا معیار	30
۳۔ غیر مسلموں میں طریقہ دعوت اسلوب انبیاء کی روشنی میں	90	۱۶۔ اسلام میں جزیہ، خراج اور ذمیوں کے اختیارات	20
۴۔ ہندو دھرم، فرقے، تنظیمیں اور اداروں کا تعارف	150	۱۷۔ تعدد ازدواج اور اسلام (مذہب عالم کی روشنی میں)	30
۵۔ آخری رسول کہاں، کب اور کون؟	150	۱۸۔ مسلمانوں کے فرقے اور اُن کے عقائد	75
۶۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور مورتی پوجا کی ممانعت ویدوں کی دنیا میں	45	۱۹۔ اسلامی معاشیات کا تقابلی جائزہ (تاریخ کے آئینہ میں)	30
۷۔ غیر مسلموں سے دوستی یا دشمنی (اعتراضات کے تناظر میں)	40	۲۰۔ بودھ دھرم اور اسلام	30
۸۔ اسلام کے خلاف الزامات اور اس کی دعوت کا اثر	50	۲۱۔ زبردستی اسلام قبول کروانے کی ممانعت (قرآن وسنت کی روشنی میں)	50
۹۔ قرآن میں انسان کا مقام اور اس کی اعلیٰ مقصد	30	۲۲۔ اسلام میں غیر مسلموں کے حقوق	50
۱۰۔ قرآن کے مثالی نمونے اور لازوال معجزہ	30	۲۳۔ جہاد آتنکواد اور اسلام	180
۱۱۔ غیر مسلموں سے تعلقات اور مذہبی آزادی	35	۲۴۔ اسلام دھرم تلوار سے پھیلا یا سداچار سے	60
۱۲۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جزیہ عرب	45	۲۵۔ نبیوں کی دعوت وتبلیغ کے پانچ اہم صفات	400
۱۳۔ قرآن کا پیغام (قرآن کا آسان ہندی ترجمہ/اردو ترجمہ)	300	۲۶۔ اسلامی راجیہ کی شاسن ویوستھا	60